جنگ اور مالیہ

از

امتیاز حسین خاں بی کام (لندن)

لکچرار کامرس - جامعہ عثمانیہ

ادارہ ادب جدید

شاہراہ عثمانی حیدرآباد دکن

قیمت ۱۲/

پہلا ایڈیشن

ایک ہزار

دسمبر ۱۹۴۳ء

مطبوعہ

مطبع مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن

جنگ اور مالیہ

تمہید موجودہ دور کی جنگیں وسائل کی جنگیں ہیں۔ ان میں وہی
قومیں فتح پاتی ہیں جو تربیت یافتہ سپاہیوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد اور
نئے نئے اور بہتر سے بہتر اسلحے اور دیگر جنگی ساز و سامان کی کثیر مقداریں بروقت
میدان جنگ میں لا سکیں۔ روپے پیسے کے ذریعہ لڑنے والوں اور جنگی ساز
و سامان کی تخلیق نہیں کی جا سکتی۔ ایک ایسی قوم جس کے پاس یا تو کافی
مقدار میں معاشی وسائل موجود نہیں ہیں یا پھر موجود ہونے کے باوجود انہیں
جنگی تیاریوں کے لئے پوری طرح سے استعمال نہیں کیا گیا ہے محض بہتر مالیاتی
پالیسی کو اختیار کر کے جنگ میں فتح حاصل نہیں کر سکتی۔ اس کے برخلاف دوسری
ایسی قوم کو جس کے پاس وسائل اور آدمی موجود ہیں نظام مالیہ کی خرابی
کی وجہ سے شکست نہیں ہو سکتی۔ اس سے واضح ہوا کہ قومی حکمت عملی میں آدمیوں
اور وسائل کی اہمیت سب سے زیادہ ہے اور مالیات جنگ کا مسئلہ اتنا

زیادہ اہم نہیں لیکن اس سے اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جانا چاہیے
کہ جنگی معیشت میں مالیات کی اہمیت کو بالکل نظر انداز کیا جا سکتا ہے
معیشت زر کے رواج کی وجہ سے مصارف جنگ کا صحیح صحیح اندازہ صرف
زر کے ذریعہ سے کرنا ممکن ہے۔ اس کے علاوہ زر ہی کے ذریعہ سے معاشرہ
کے مختلف طبقات اور افراد پر جنگ کے بار کا تعین بھی کیا جا سکتا ہے
جنگ کے دوران میں کامیابی یا ناکامی کا انحصار چاہے زر پر نہ ہو لیکن
صحیح یا غلط قسم کی مالیاتی پالیسی معاشرتی خرابیوں اور افراد کے لئے
تکالیف میں کمی یا اضافہ کا باعث بن سکتی ہے۔ مزید برآں جنگ کے
بعد بھی بہت سے ایسے مسائل پیدا ہوتے ہیں جن کا تعلق حکومت کی دوران
جنگ اور اس کے فوراً بعد کی مالیاتی پالیسی سے ہوتا ہے۔ جرمنی کی
مثال ہمارے سامنے ہے۔ جنگ عظیم کے دوران میں جرمنی کی مالیاتی
پالیسی کی خرابیوں نے جرمن قوم کو شکست کا اعتراف کرنے پر مجبور نہیں
کیا تھا۔ اس کے دوسرے اہم اسباب تھے جن سے یہاں غرض نہیں البتہ
افراط زر کی پالیسی کی وجہ سے جنگ کے بعد جرمنی میں اہم انقلابات
رونما ہوئے اور اس کی معاشرتی معاشی اور سیاسی ہیئت ترکیبی میں
بہت سی تبدیلیاں ہوئیں۔ اسی انقلاب کی پیداوار ہٹلر اور اسکی نازی
جماعت ہے مختصراً کہا جا سکتا ہے کہ جنگی معیشت میں مالیات جنگ کا

مسئلہ اس لئے اہمیت نہیں رکھتا کہ اس پر جنگ میں فتح یا شکست کا انحصار ہوتا ہے بلکہ اس میں مختلف ایسے طریقوں سے بحث کی جاتی ہے جن کے ذریعہ سے جنگ کے بار کی مساوی طور پر تقسیم کی جا سکے اور جنگ کے دوران اور اس کے بعد معاشرہ میں کم سے کم خرابیاں رونما ہوں۔

مصارف جنگ مالیات جنگ کے سلسلہ میں سب سے اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جنگ کے مصارف کیا ہوں گے؟ مصارف جنگ کے اظہار کرنے کا صحیح ذریعہ صرف زر ہے لیکن معاشئین جنگ کے مصارف صحیحہ بھی بیان کرتے ہیں۔ جنگ کے بہت سے مصارف اور قربانیاں ایسی ہیں جن کا اندازہ لگانا بالکل ناممکن ہے مثلاً جو جانیں تلف ہوتی ہیں اور جو خوشیاں اور آسائشیں تباہ ہوتی ہیں ان کا شمار روپے آنوں اور پائیوں میں نہیں کیا جا سکتا۔ بحیثیت مجموعی قوم کی صحت پر جو برا اثر جنگی حالات ڈالتے ہیں اور نوجوانوں کی تعلیم کا جو ہرج ہوتا ہے ان کو بھی جنگ کے مصارف صحیحہ میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ ان چیزوں کو نظر انداز کرنے کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جنگ کے مصارف صحیحہ ان اشیاء اور خدمات پر مشتمل ہیں جن کی تیاری اور استعمال کو اس لئے ترک کر دینا پڑتا ہے کہ جنگی ضروریات کی تکمیل ہو۔ جنگی معیشت اور امن کی معیشت میں بہت بڑا اور بنیادی فرق پایا

جاتا ہے۔ امن کے زمانہ میں لوگوں کی ضروریات کی چیزیں زیادہ سے زیادہ مقدار میں تیار کی جاتی ہیں اور عام ضروریات پوری کرنے کے لیئے زیادہ سے زیادہ خدمات انجام پاتی ہیں تاکہ عوام کا معیار زندگی بلند ہو اور وہ زیادہ آرام اور آسائش کی زندگی گذار سکیں۔ جنگی معیشت کی تنظیم کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ معاشی وسائل جنگی ضروریات کی تیاری پر صرف کئے جائیں اور زیادہ سے زیادہ خدمات حکومت کی ضروریات پورا کرنے کے لئے انجام پائیں تاکہ ان وسائل اور خدمات کو کام میں لاکر جلد سے جلد دشمن کے خلاف کامیابی حاصل کی جاسکے۔ جنگ کے دوران میں مختلف طریقوں کو اختیار کرکے حکومت عوام کو صرف میں زیادہ سے زیادہ کمی کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ عام لوگوں کو مختلف قسم کی قربانیاں کرکے اپنے معیار زندگی کو بہت زیادہ گھٹانا پڑتا ہے اور اس طرح سے حکومت جنگی ضروریات پوری کرنے کے لئے بہت سے وسائل اپنی طرف منتقل کرلیتی ہے۔

جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے مصارف جنگ کی پابجائی زر کے ذریعہ سے کی جاتی ہے قبل اس کے کہ ان طریقوں سے بحث کی جائے جن کو اختیار کرکے حکومت جنگی اخراجات پورے کرتی ہے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان اخراجات کا تخمینہ بیان کردیا جائے۔ مندرجہ ذیل اعداد و شمار کو پیش

کر کے یہ واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ موجودہ جنگ کی وجہ سے مختلف ممالک کی حکومتوں کے اخراجات میں کس قدر اضافہ ہو گیا ہے

ملک	۳۹-۱۹۳۸ کا موازنہ	۴۳-۱۹۴۲ کا موازنہ	اضافہ
برطانیہ	۴۰۰ کروڑ روپیہ	۵۴۰۰ کروڑ روپیہ	تقریباً ۱۳ گنا
ریاستہائے متحدہ امریکہ	۳۰۰۰ 〃	۲۶۰۰۰ 〃	〃 ۹ 〃
کناڈا	۱۶۶ 〃	۱۱۳۱ 〃	〃 ۷ 〃
آسٹریلیا	۱۰۱ 〃	۵۸۳ 〃	〃 ۶ 〃
جاپان	۶۳۴ 〃	۱۷۹۶ 〃	〃 ۳ 〃
ہندوستان	۸۵ 〃	۳۴۴ 〃	〃 ۴ 〃

اگر حکومت ہند کے اخراجات میں ان مصارف کو بھی شامل کر لیا جائے جو حکومت ہند حکومت برطانیہ اور دیگر اتحادی اقوام کے لئے برداشت کر رہی ہے تو کل مصارف ۶۰۶ کروڑ ہوتے ہیں اور اضافہ تقریباً ۷ گنا ہو جاتا ہے۔ اور یہ اضافہ دوسری اتحادی حکومتوں کے مصارف کے مقابلہ میں کسی طرح سے کم نہیں ہے۔

حکومت ہند دفاع اور جنگ کے سلسلہ میں ۴۰-۱۹۳۹ء سے لیکر ۴۴-۱۹۴۳ء تک ۶۶۶ کروڑ روپے خرچ کر چکی

ان مصارف میں سے اگر دفاع پر حکومت کے معمولی اخراجات نکال دیئے

جائیں تو جنگ کی وجہ سے پانچ سال کے عرصہ میں ۳۰۸ کروڑ روپے کے اخراجات ہوتے ہیں اور یہ اخراجات اتنے ہی ہیں جتنے کہ جنگ سے پہلے تیرہ سال کے عرصہ میں دفاع پر ہوئے تھے۔ ہندوستان کے مصارف جنگ کی اہمیت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے اگر ہم ان کا مقابلہ جنگ عظیم کے مصارف سے کریں۔ جنگ عظیم کے دوران میں دفاع پر جتنا صرف کیا گیا تھا اس سے دوگنا اس وقت تک اس جنگ پر خرچ کیا جا چکا ہے اور ابھی جنگ جاری ہے۔ جنگ عظیم کے دوران میں پانچ سال کے عرصہ میں مجموعی مصارف ۲۱۲ کروڑ روپے کے برابر ہوئے تھے۔ اس جنگ میں صرف ۴۳-۱۹۴۲ء میں ۲۴۷ کروڑ روپیوں کا صرفہ کرنا پڑا جس کا مطلب یہ ہے ایک سال کے مصارف جنگ عظیم کے مجموعی مصارف سے بھی زیادہ ہوئے۔

روزانہ اخراجات بیان کرنے کی صورت میں سمجھنے میں اور بھی زیادہ آسانی ہوگی۔ پچھلے سال حکومت برطانیہ نے روزانہ ۲۱ کروڑ روپے صرف کئے تھے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا روزانہ صرفہ ۴۳ کروڑ روپیہ تھا اور حکومت ہند ایک کروڑ ۸۰ لاکھ روپیے روزانہ صرف کر رہی ہے اگر ان مصارف میں حکومت برطانیہ اور دیگر اتحادی حکومتوں کے مصارف کو بھی شامل کر لیا جائے۔

حکومت کے اخراجات میں اس قدر عظیم اضافہ جنگی ضروریات اور دفاع کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ معاشیئین کے اندازے کے مطابق مختلف متحارب ممالک کی حکومتیں جنگ پر کچھ نہیں تو قومی آمدنی کا ۵۰ فیصد صرف کر رہی ہیں۔ اٹلی جرمنی، برطانیہ کی حکومتوں کے کل اخراجات قومی آمدنی کا ۷۰ فیصد سے بھی زیادہ ہو رہے ہیں۔ ہندوستان کی قومی آمدنی کے متعلق مختلف قسم کے ایسے معتبر اعداد و شمار نہیں ملتے جن سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا کہ قومی آمدنی کا کیا فیصد جنگ پر صرف کیا جا رہا ہے۔ مختلف ذرائع سے جو تھوڑے بہت اعداد و شمار حاصل کئے جا سکتے ہیں ان کی بنیاد پر یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ حکومت ہند قومی آمدنی کا ۱۵ اور ۲۰ فیصد کے درمیان اپنی ضروریات پورے کرنے کے لئے لے رہی ہے۔ یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ دوسری متحارب اقوام کے مقابلے میں ہندوستانی قوم اپنی قومی آمدنی کا کم فیصد جنگ پر صرف کر رہی ہے۔ اس قسم کی دلیل دیتے وقت ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ہندوستانی قوم دوسری اقوام کے مقابلے میں بہت ہی غریب ہے۔ مجموعی قومی آمدنی پہلے ہی سے بہت کم ہے اور فی کس آمدنی دوسری اقوام کے مقابلہ میں بہت ہی پست ہے۔ ہندوستان میں فی کس آمدنی کا اوسط صرف ۶۰ روپے سالانہ ہوتا ہے اس کے برخلاف انگلستان اور امریکہ میں فی کس آمدنی ۱۲۰۰ روپے سالانہ ہے۔

بھی زیادہ ہے۔ دوسرے ممالک مثلاً کناڈا آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ بھی چاہے اتنی زیادہ آمدنی نہ ہو پھر بھی ہندوستان کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ آمدنی پڑتی ہے۔ دوسری اقوام کا معیار زندگی بلند ہونے کی وجہ سے وہاں کے لوگ جنگ کے دوران میں مختلف قسم کی قربانیاں کرکے عارضی طور پر اپنے معیار زندگی کو گھٹا سکتے ہیں اس کے مقابلے میں ہمارے ملک میں پہلے ہی سے ملک کی اکثریت کا معیار زندگی اسقدر گھٹا ہوا ہے کہ اس میں مزید کمی کی گنجائش بالکل نہیں ہے جن لوگوں کو پہلے ہی سے پیٹ بھرنے کو کھانا اور تن ڈھانکنے کو کپڑا میسر نہ ہو ان سے اپنی غذا اور کپڑوں کے معیار کو کم کرنے کا مطالبہ کس طرح سے کیا جا سکتا ہے۔ ہندوستانی عوام میں مزید قربانیاں کرنے کی سکت بالکل نہیں پائی جاتی۔ اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ حکومت ہند جنگ پر جتنا صرف کر رہی ہے وہ بہت زیادہ ہے اور ہندوستانی قوم قربانیاں کرنے اور تکالیف برداشت کرنے کے معاملے میں دوسری اتحادی اقوام سے پیچھے نہیں ہے۔

مالیات جنگ میں ان طریقوں سے بحث کی جاتی ہے جن کو اختیار کرکے عوام سے حکومت کی طرف وسائل کو منتقل کیا جاتا ہے تاکہ ان وسائل کو جنگ میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا جا سکے۔ ان طریقوں کو اختیار کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عوام کو ان کے

صرف ملکی کو تحریر یعنی مجبور کیا جائے۔ کوئی ایسی مالیاتی پالیسی جس میں صرف کو کم کرنے کی کوشش نہ کی گئی ہو کبھی بھی کامیاب پالیسی نہیں کہی جاسکتی۔ مالیات جنگ کی کوئی ایسی پالیسی نہیں ہے جس کے ذریعے جنگ کے مجموعی بار کو کم کیا جاسکے۔ جنگ کی وجہ سے مجموعی طور پر قوم کو جو قربانیاں ادا کرنی پڑتی ہیں ان میں کسی طرح سے کمی نہیں کی جاسکتی البتہ صحیح اور بہتر مالیاتی پالیسی کے ذریعے سے معاشرہ کے مختلف طبقات اور افراد کے درمیان اس کو مساوی طور پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

محاصل قرضے اور افراط زر تین ایسے طریقے ہیں جن کو اختیار کر کے حکومتیں اشیاء اور خدمات کو عوام سے اپنی طرف منتقل کرتی ہیں۔ آئندہ صفحات میں ان تینوں طریقوں سے تفصیلی بحث کی جائے گی۔

محاصل

امن کے زمانہ میں ملکی حکومتوں کی آمدنی کا سب سے اہم ذریعہ مختلف قسم کے محاصل ہوتا ہے۔ حکومت کے عائد کردہ محاصل کی معاشیین بالواسطہ محاصل اور بلاواسطہ محاصل دو قسمیں بیان کرتے ہیں۔ بالواسطہ محصول کی یہ خصوصیت سمجھی جاتی ہے کہ اس کو ادا کرنے والے اور اس کا بار اٹھانے والے علیحدہ اشخاص ہوتے ہیں۔ بالواسطہ محصول کی بہترین مثال محصول درآمد و برآمد چنگی (وہ محصول جو کسی مال پر حکومت کی طرف سے لگایا جاتا ہے) ہو سکتے ہیں۔ بہ خیر

کے درآمد اور تیار کرنے والے اس محصول کو ادا کرتے ہیں لیکن وہ قیمت میں اضافہ کر کے ان کے استعمال کرنے والوں سے اس کی رقم وصول کر لیتے ہیں اور اس طرح سے محصول کا بار دوسرے اشخاص پر منتقل ہو جاتا ہے اس کے برخلاف بلا واسطہ محصول کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کا ادا کرنے والا اور بار اٹھانے والا ایک ہی شخص ہوتا ہے۔ بلا واسطہ محصول کا بار دوسروں پر منتقل نہیں کیا جا سکتا۔ محصول آمدنی بلا واسطہ محصول کی اچھی مثال ہے۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بالواسطہ محاصل کا بار غریب اور متوسط الحال طبقہ پر زیادہ پڑتا ہے اور بلا واسطہ محاصل کا بار اٹھانے والا امیر طبقہ ہوتا ہے۔

جنگ کے دوران میں جو محاصل عاید کئے جاتے ہیں یا پھر پرانے محاصل میں جو کچھ اضافہ کیا جاتا ہے اس کی وجہ سے محاصل کی نوعیت زمانہ امن کے محاصل سے بالکل جدا ہو جاتی ہے۔ امن کے زمانہ میں عموماً حکومتوں کا یہ فرض سمجھا جاتا ہے کہ وہ محصول عائد کرتے وقت مصنفین کے بیان کردہ بعض اصولوں کا خیال رکھیں لیکن جنگ کے دوران میں ان اصول کا بالکل خیال نہیں کیا جاتا اس کے برخلاف اکثر حالات میں ان اصولوں کے خلاف عمل ہوتا ہے۔ ایک اچھے نظام مالیہ میں اس بات کا خیال رکھنا چاہئیے کہ کوئی ایسا محصول عائد نہ کیا جائے جس

کی وجہ سے متوسط الحال اور غریب طبقہ کی ضروریات کی اشیاء کا صرف متاثر ہو، لیکن جنگ کے دنوں میں عوام کے صرف میں کمی کرنا مالیاتی پالیسی کا اولیں فرض سمجھا جاتا ہے۔ یہی حال محصول آمدنی کا بھی ہے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ زمانہ امن میں محصول آمدنی کی شرح ایسی نہ ہونی چاہیئے جس کی وجہ سے لوگوں کی بچتوں اور سرمایہ کاری پر بُرا اثر پڑے، جنگ کے زمانے میں حکومت اس اصول کو نظر انداز کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے

پچھلی جنگ عظیم میں حکومتوں نے یہ غلطی کی تھی کہ جنگی مصارف زیادہ تر قرضوں کے ذریعہ اور افراط زر کی پالیسی اختیار کر کے پورے کیے تھے جس کی وجہ سے جنگ کے بعد بھی بہت سے معاشی مسائل پیدا ہوئے اور حکومتوں کو ان کا سامنا کرنے میں بڑی دقتیں اٹھانی پڑیں۔ معاشئین کے خیال میں مالیات جنگ کی بہترین پالیسی وہی سمجھی جاتی ہے جس میں زیادہ سے زیادہ آمدنی محاصل کے ذریعہ سے وصول کی گئی ہو۔ اس جنگ میں ہر حکومت برابر اس کوشش میں لگی ہوئی ہے کہ پچھلی غلطی سے بچا جائے اور جہاں تک ہو سکے جنگ کے مصارف محاصل سے پورے کئے جائیں۔ ۱۹۱۸ء میں حکومت برطانیہ نے مجموعی مصارف کا صرف ۲۹ فیصد محاصل کے ذریعہ سے پورا کیا تھا۔ اس کے مقابلہ میں اس جنگ میں حکومت برطانیہ کو ۴۲ - ۱۹۴۳ء میں مجموعی

مصارف کا ۴۰ فیصد اور ۴۳-۱۹۴۲ء میں ۵۲ فیصد آمدنی محاصل
سے حاصل ہوئی تھی اور ۴۴-۱۹۴۳ء میں ۵۶ فیصد کی توقع ہے۔
آمدنی بڑھانے کے لئے پرانے محاصل کی شرح بڑھا دی جاتی ہے اور
دوسرے نئے نئے محاصل عائد کئے جاتے ہیں۔ نئے محاصل میں محصول
زائد منافع اور محصول فروخت کا خاص طور پر تذکرہ کرنا چاہئیے۔ محصول
زائد منافع عائد کرتے وقت بجا طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جنگ کی
وجہ سے جو منافعے پیدا ہوئے ہیں ان کے بڑے حصہ کی حقدار حکومت
ہے۔ یہ منافع اجیروں کی محنت اور کاوش کا نتیجہ نہیں ہوتے اس لئے
بعض ممالک میں محصول زائد منافع کی شرح سو فیصد رکھی گئی ہے۔ اسی
طرح سے تعیشات کی چیزوں کی فروخت پر بھی قصداً بھاری قسم کا محصول
لگایا جاتا ہے۔ جنگ کے دوران میں ایک خاص طبقے کے افراد کو
تعیشات کی چیزیں استعمال کرنے کی اجازت ہی نہ ہونی چاہئیے اور اگر
وہ استعمال کرنا ہی چاہتے ہیں تو انہیں محصول ادا کرنے تیار رہنا
چاہئیے۔ اس قسم کے محصول سے حکومت کے دونوں مقاصد حاصل
ہو جاتے ہیں۔ یا تو لوگوں کے غیر ضروری صرف میں کمی ہو جاتی ہے یا یہ کہ
حکومت کو آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لوگوں کی
زائد آمدنیوں پر بھی محصول عائد کیا جائے۔ اکثر اشخاص کی آمدنی میں

جنگ کی وجہ سے اضافہ ہو جاتا ہے ان پر محصول آمدنی کی بر آمد
شرح کی شکل میں زائد آمدنی کو حکومت اپنی طرف منتقل کرے۔ یہ یقین
کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ جنگ کے تمام مصارف امیر طبقہ پر محاصل
عائد کر کے پورے نہیں کئے جا سکتے اور نہ ایسا کرنا کسی طرح سے مناسب ہے
دوسرے طبقات کو بھی جنگ کا بار اٹھانے میں شریک ہونا چاہئے بلا
واسطہ محاصل کے طریقہ کو اختیار کرنے سے متوسط الحال اور غریب طبقہ
کو بار میں شریک کرنے میں بہت سی انتظامی دقتیں پیدا ہوتی ہیں اس
لئے بالواسطہ محاصل کے طریقہ کو اختیار کر کے بھی جنگی اخراجات پورے
کئے جاتے ہیں۔ عوام کی ضروریات کی چیزوں مثلاً چائے، شراب
تمباکو شکر اور اسی قسم کی دوسری چیزوں پر یا تو نئے محاصل لگائے
جاتے ہیں یا پھر موجودہ محاصل میں مزید اضافہ کیا جاتا ہے۔ اور
اس طرح سے عوام کو بالواسطہ طور پر محصول ادا کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے
بالواسطہ محصول کے طریقہ کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ متوسط الحال اور
غریب طبقہ اس کو ادا کرتے وقت بہت زیادہ محسوس نہیں کرتا۔
موجودہ جنگ کی وجہ سے حکومت ہند کے مصارف میں
جسقدر اضافہ ہوا ہے اس کے بڑے حصہ کی پابجائی پرانے محاصل
میں اضافہ کر کے یا پھر نئے نئے محاصل عائد کر کے کی گئی ہے۔ جنگ

شروع ہونے کے بعد سے حکومت ہند کو مختلف قسم کے محاصل اور تجارتی خدمات سے جو کچھ آمدنی حاصل ہوئی اور جس کی توقع ہے، اس کا اظہار مندرجہ ذیل جدول سے کیا جاسکتا ہے۔ اس جدول میں مختلف قسم کے ذرائع آمدنی بھی علٰحدہ علٰحدہ دے گئے ہیں۔

لاکھ روپے

	۱۹۳۹-۴۰	۱۹۴۰-۴۱	۱۹۴۱-۴۲	۱۹۴۲-۴۳	۱۹۴۳-۴۴
					متوقع آمدنی
محصول درآمد	۴۵٫۸۸	۳۷٫۳۰	۳۷٫۸۹	۳۱٫۰۰	۳۰٫۰۰
جنگی	۶٫۵۲	۹٫۴۹	۱۳٫۱۵	۱۲٫۶۸	۲۵٫۴۳
محصول آمدنی وغیرہ	۱۶٫۵۸	۲۱٫۷۷	۳۶٫۶۷	۴۷٫۱۰	۸۹٫۹۰
محصول نمک	۱۰٫۸۶	۷٫۶۷	۹٫۳۰	۱۰٫۵۰	۹٫۵۰
دیگر محاصل کی آمدنی	۹۹	۱٫۱۴	۱٫۲۰	۱٫۲۰	۱٫۱۹
ریلوے سے تجارتی آمدنی	۴٫۳۳	۱۲٫۱۷	۲۰٫۱۷	۲۰٫۱۳	۲۷٫۱۰
ڈاکخانہ وغیرہ سے خالص آمدنی	۸۹	۱٫۲۵	۳٫۴۰	۵٫۵۵	۸٫۳۶
زر اور ٹکسال سے	۸۸	۹۶	۲٫۱۷	۳٫۳۵	۳٫۵۷
مجموعی آمدنی	۸۶٫۹۳	۹۱٫۷۵	۱۳۳٫۸۵	۱۵۱٫۵۱	۱۹۵٫۰۴

قبل اس کے کہ ان نئے محاصل کا تذکرہ کیا جائے جو جنگ
کے دوران میں حکومت ہند کی طرف سے عائد کئے گئے ہیں پرانے
محاصل پر جنگ کے اثرات کا بیان کرنا ضروری ہے۔ جنگ کی وجہ
سے بعض محاصل کی آمدنی میں خودبخود اضافہ ہو جاتا ہے اس کے برخلاف
بعض دوسرے ایسے محاصل ہوتے ہیں جنکی آمدنی میں کمی ہو جاتی ہے
قومی معیشت پر جنگ کے فوری اثرات یہ ہوتے ہیں کہ روزگار میں
اضافہ ہوتا ہے اور بہت سے عاملین پیدائش کام سے لگ
جاتے ہیں۔ لوگوں کی آمدنیاں بڑھ جاتی ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا
ہے کہ محصول آمدنی میں خودبخود اضافہ ہو جاتا ہے۔ حکومت ہند
کو ۱۹۳۸-۳۹ء میں محصول آمدنی سے ۱۵ کروڑ روپے حاصل ہوتے
تھے ۱۹۴۳-۴۴ء میں اس محصول سے ۳۲ کروڑ روپیوں کی
آمدنی کی توقع ہے آمدنی زیادہ حاصل ہونے کی ایک وجہ اور بھی ہے۔
زیادہ آمدنی پانیوالے اشخاص پر محصول کی شرح پچھلے تین چار سال
کے عرصہ میں بڑھا دی گئی ہے۔ اس کے برخلاف حکومت ہند کے
دوسرے اہم ذریعہ آمدنی محصول درآمد سے آمدنی کم ہو گئی ہے۔
۱۹۳۹-۴۰ء میں اس محصول سے حکومت کو ۴۰ کروڑ روپے ملے تھے
۱۹۴۳-۴۴ء میں صرف ۳۰ کروڑ روپیوں کی امید کی جارہی ہے

تجارت خارجہ کے راستہ میں جنگ کی وجہ سے بہت سی رکاوٹیں پیدا ہو گئی ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا ہے کہ درآمد کی مقدار بہت ہی کم ہو گئی ہے۔ حکومت ہند نے بعض چیزوں مثلاً پٹرول اور موٹر کے سامان پر شرح محصول کو بڑھا کر کمی کو پورا کرنے کی کوشش ضرور کی لیکن اس کوشش میں کچھ بہت زیادہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی بحیثیت مجموعی محصول درآمد کی آمدنی میں خاصی کمی ہو گئی ہے۔

مرکزی حکومت کا تیسرا اہم ذریعہ آمدنی چنگی ہے۔ یہ وہ محصول ہے جو حکومت کی طرف سے دیسی مال کی تیاری وغیرہ پر عائد کیا جاتا ہے۔ ۳۹-۱۹۳۸ء میں چنگی سے حکومت کو مجموعی طور پر صرف ۸½ کروڑ روپیہ کی آمدنی ہوئی تھی۔ یہ خیال کیا جا رہا ہے کہ اس سال تقریباً ۲۵ کروڑ روپے حاصل ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت ہند کی آمدنی اس ذریعہ سے تین گنا ہو گئی ہے اور اس طرح جو کمی محصول درآمد کی وجہ سے ہوئی تھی اس کی تلافی چنگی کی آمدنی میں اضافہ سے ہو جاتی ہے بعض دیسی چیزوں پر جنگ کے پہلے جو محصول عائد تھا اس کی شرح میں جنگ کے بعد سے وقتاً فوقتاً اضافہ کر دیا گیا ہے مثلاً شکر اور دیا سلائی پر محصول کی شرح کافی بڑھا دی گئی ہے۔ آمدنی بڑھانے کے لئے بعض دوسری

چیزوں پر نیا محصول لگایا گیا ہے۔ اس سال کے بجٹ میں تمباکو اور
بناسپتی گھی پر نیا محصول عائد کیا گیا ہے اور خیال ہے کہ صرف تمباکو
کے محصول سے حکومت کو کچھ نہیں تو دس کروڑ روپیوں کی آمدنی ہوگی۔

مالیات جنگ کے سلسلہ میں نئے محاصل میں محصول منافع زائد
کا خاص طور پر تذکرہ کرنا چاہئے۔ جنگ کی وجہ سے نئی نئی صنعتیں قائم
ہوجاتی ہیں اور تاجروں کو غیر معمولی منافع کمانے کے مواقع ہاتھ آتے
ہیں۔ یہ منافع تاجروں کی اپنی محنت اور کاوش کا نتیجہ نہیں ہوتے
بلکہ غیر معمولی حالات کے پیدا کردہ ہوتے ہیں۔ اس لئے حکومتیں
ان منافعوں کے بڑے حصے کا جائز طور پر مطالبہ کرتی ہیں حکومت
ہند کی طرف سے یہ محصول سب سے پہلے ۴۱-۱۹۴۰ء کے بجٹ
میں عائد کیا گیا۔ حکومت نے اعلان کیا کہ جنگی منافعوں کا ۵۰ فیصد
بطور محصول منافع زائد وصول کیا جائے گا۔ ۴۲-۱۹۴۱ء میں اسکی
شرح ۶۶ ۲/۳ فیصد کردی گئی تھی اور اس سال ہنگامی قانون کی رو سے
شرح کو بڑھا کر ۹۳ ۱/۳ فیصد مقرر کیا گیا ہے۔ بعض دوسرے ممالک میں
محصول زائد منافع کی شرح ۱۰۰ فیصد مقرر کی گئی ہے اس لئے یہ کہا جا
سکتا ہے کہ تاجروں کے ساتھ حکومت ہند نے بہت رعایت سے کام
لیا ہے۔

حکومتِ ہند کے ذریعہ آمدنی میں تجارتی خدمات (COMMER-
-CIAL SERVICES) بھی بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ مرکزی
حکومت کو ریلوں، ڈاکخانہ تارگھر اور ٹکسال سے بھی خاصی آمدنی حاصل
ہوتی ہے۔ ان تمام ذرائع کی آمدنی میں جنگی حالات نے بہت زیادہ
اضافہ کردیا ہے۔ ۳۹-۱۹۳۸ء میں ریلوں نے مرکزی حکومت کو
۱½ کروڑ روپے دیئے تھے۔ ۴۴-۱۹۴۳ء کے بجٹ میں ریلوں کی
خالص آمدنی کی توقع ۲۷ کروڑ روپے کی جارہی ہے۔ اس اضافہ کا
ایک سبب تو یہ ہے کہ ریلوں کے کاروبار کو جنگ کی وجہ سے بہت
زیادہ ترقی ہوگئی ہے۔ فوجوں اور جنگی ضروریات کی اشیاء کی منتقلی
نے ریلوں کی آمدنی کئی گنا بڑھادی ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ
۴۱-۱۹۴۰ء کے مالیہ میں مسافروں کے کرایہ میں ایک روپیہ پر ایک آنہ
اور اشیاء کے کرایہ میں ۱۲½ فیصد کا اضافہ کردیا گیا۔ ڈاکخانہ اور تارگھر سے بھی حکومتِ ہند
کو زیادہ آمدنی وصول ہورہی ہے جنگ شروع ہونے کے بعد ہر سال کے بجٹ میں ڈاک اور تار کی شرح میں کچھ
نہ کچھ اضافہ ضرور کیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں حکومتِ ہند کے ذریعہ آمدنی محاصل اور تجارتی خدمات کی
مختصر تشریح کی گئی ہے۔ ۴۰-۱۹۳۹ء میں حکومت کو مختلف قسم کے محاصل اور تجارتی خدمات
سے [illegible] کروڑ روپیوں کی آمدنی ہوئی تھی۔ ۴۴-۱۹۴۳ء کے مالیہ میں انہیں ذرائع کی آمدنی

کا تخمینہ ۱۹۵ کروڑ روپے کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ
چار سال کے عرصہ میں ان ذرائع سے آمدنی دوگنی ہو گئی ہے۔
محاصل کی شرح میں اضافہ اور بعض نئے محاصل ایسے عائد کئے گئے ہیں
جن کی وجہ سے ہندوستانی معاشرہ کے سب طبقات متاثر ہوئے
ہیں غریبوں کو ریل کے کرایوں کارڈ اور لفافوں کی قیمتوں میں اضافہ
محصول درآمد اور جنگی کی شرح بڑھنے اور نئے نئے محصول درآمد اور جنگی
عائد کرنے کی وجہ سے قربانیاں کرنی پڑ رہی ہیں۔ محصول آمدنی کی شرح
بڑھاکر اور زائد منافع پر محصول عائد کر کے امیر طبقہ پر محاصل کا بارڈالا گیا
ہے۔ ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ جنگ سے پہلے بھی ہمارے
یہاں کے لوگوں کی صلاحیت کا خیال کرتے ہوئے ان پر محصول کا بار
بہت زیادہ تھا اب جنگ کی وجہ سے زائد بار کو وہ خوشی سے برداشت
کر رہے ہیں اور اس طرح سے قربانیاں کرنے کے معاملہ میں ہندوستانی
قوم دوسری اتحادی اقوام کے دوش بدوش چل رہی ہے۔

مختلف ممالک کے جنگی مالیوں پر نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہوتی
ہے کہ بلاواسطہ محاصل میں اضافہ بالواسطہ محاصل کے مقابلہ میں بہت
زیادہ ہوا ہے۔ برطانیہ میں جنگ سے پہلے بلاواسطہ محاصل کی آمدنی
مجموعی آمدنی کا ۵۶ فیصد تھی ۴۳-۱۹۴۲ء میں یہی بڑھکر ۸۲ فیصد ہو گئی

ہندوستان اور دیگر ممالک کے مالیہ میں بھی یہی رجحان پایا جاتا ہے۔ جنگ سے پہلے حکومت ہند کو مجموعی آمدنی کا صرف ۴۲ فیصد بالواسطہ محاصل سے حاصل ہوتا تھا۔ ۴۳-۱۹۴۲ء میں یہی بڑھکر ۶۱ فیصد ہوگیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جنگ کے مالی بار کا بڑا حصہ ان لوگوں پر ڈالا جا رہا ہے جو اس کو برداشت کرنے کی زیادہ سکت رکھتے ہیں مالیات جنگ میں یہ ایک اچھا رجحان ہے جو پچھلی جنگ کے دوران میں نہیں پایا جاتا تھا۔

قرضے قوم میں محاصل کا بار برداشت کرنے کی صلاحیت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ اگر جنگ کے تمام مصارف محاصل کے ذریعہ سے پورے کئے جائیں تو اس کی وجہ سے پیدائش دولت کا متاثر ہونا ایک یقینی امر ہے اس لئے حکومتیں صرف محاصل کے طریقہ کو اختیار کر کے اخراجات پورے کرنے کی کوشش نہیں کرتیں اور محاصل میں مناسب اضافہ کے ساتھ ساتھ عوام اور اداروں سے زیادہ سے زیادہ قرضے حاصل کرنے کی بھی کوشش کی جاتی ہے اس قسم کے قرضوں کو پیداآور قرضہ کہا جاتا ہے۔ محاصل اور ایسے قرضوں کے جو لوگوں اور اداروں کی حقیقی بچتوں سے لئے گئے ہوں معاشی اثرات ایک ہی ہوتے ہیں۔ ایک شخص کے یا تو محصول کے ذریعہ ایک خاص رقم حکومت کو ادا کرنے

یا پھر قرضے کی شکل میں حکومت کو دینے کا معاشی اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی آمدنی کے اس حصہ کو اپنی ضروریات پر صرف نہیں کرتا اور اس طرح سے قوت خرید حکومت کی طرف منتقل کر دی جاتی ہے جس کے ذریعہ سے حکومت اپنی ضروریات کی مختلف چیزیں بازار میں خرید تی ہے لیکن اس کے لئے لازمی شرط یہ ہے کہ جو رقم بطور قرض دی گئی ہے اس کو قرض دینے والا اپنی ذاتی ضروریات پر صرف کرنے والا تھا۔ قرضہ دینے کی صورت میں اس نے اپنی ضروریات کو ایک خاص مدت کیلئے ملتوی کر دیا۔ البتہ ان دونوں طریقوں کے نفسیاتی اثرات مختلف ہوتے ہیں۔ ٹیکس ادا کرنے والا حکومت سے براہ راست معاوضہ کی کوئی توقع نہیں رکھتا۔ اس کے برخلاف وہی رقم جب قرض کی شکل میں دی جاتی ہے تو لوگوں کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ ایک خاص مدت کے بعد ان کی رقم انھیں واپس مل جائے گی۔ اور اس کی واپسی تک انھیں ایک مقررہ شرح سود ملتی رہے گی اس لئے محاصل کا ادا کرنا لوگوں پر گراں گذرتا ہے اور قرضے خوشی خوشی دیئے جاتے ہیں معاشی نقطۂ نظر سے محاصل اور قرضے کے طریقوں میں ایک اور بھی فرق پایا جاتا ہے۔ محاصل کے طریقہ کو اختیار کرنے کی صورت میں جنگ کے خاتمہ پر کسی قسم کے مسائل پیدا نہیں ہوتے۔ اس کے برخلاف قرضوں کے

ذریعہ سے جنگ کے زیادہ اخراجات اگر پورے کئے جائیں تو جنگ کے بعد بہت سے معاشی مسائل کا پیدا ہونا ضروری ہے ان مسائل کو حل کرنے میں حکومتوں کو بہت سی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جنگ کے بعد سود کی ادائی اور قرضے کی واپسی کے لئے لوگوں پر بھاری قسم کے محاصل عائد کرنے پڑتے ہیں۔ جب تک قرضوں کا مسئلہ حل نہ ہو جائے حکومت مختلف قسم کے معاشرتی بہبودی کے کاموں پر زیادہ صرف نہیں کرسکتی۔ انھیں باتوں کا خیال کرتے ہوئے یہ زیادہ مناسب سمجھا جاتا ہے کہ محاصل کے طریقہ کو زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جائے اور قرضے کم سے کم حاصل کئے جائیں۔

حکومتیں مختلف قسم کے قرضے لیتی ہیں۔ قرضوں کی ایک تقسیم بیرونی اور اندرونی ہوسکتی ہے۔ بیرونی قرضوں سے مراد ایسے قرضے ہیں جو دوسرے ممالک کی حکومتوں اداروں اور افراد سے حاصل کئے گئے ہوں۔ پچھلی جنگ کے دوران میں، اتحادیوں نے امریکہ سے اس قسم کے بہت سے قرضے لئے تھے۔ جنگ کے بعد ان قرضوں کے سود کی ادائی اور ان کی واپسی نے بہت سے پیچیدہ مسائل پیدا کئے اور اس سلسلہ میں امریکہ کی حکومت اور لوگوں کو تلخ تجربات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس لئے اس جنگ میں شروع ہی سے امریکہ کی حکومت

نے اس قسم کے قرضے دینے سے صاف انکار کر دیا۔ البتہ متحارب ممالک نقدی دیکر امریکہ کے کارخانوں سے جنگی ساز و سامان خرید سکتے تھے۔ بعد میں امریکن حکومت نے جب اس بات کو محسوس کیا کہ اس طرح سے کام نہیں چل سکیگا اور اسے اس کا بھی یقین تھا کہ اتحادیوں کی فتح اس کے مفاد کے عین مطابق ہے تو قرضہ اور پٹہ کا مشہور قانون پاس کیا گیا اس قانون کے سلسلہ میں امریکہ اور دوسری اتحادی حکومتوں کے درمیان بہت سے معاہدہ طے پائے ہیں۔ ان معاہدوں کے تحت اتحادی ممالک کو امریکہ جنگ جاری رکھنے اور اس میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے کروڑوں روپیوں کا جنگی ساز و سامان اور اسلحہ وغیرہ دے رہا ہے۔ اس کے صلہ میں اتحادی ممالک بھی بساط بھر امریکہ کی مدد اشیاء اور خدمات کے ذریعہ سے کر رہے ہیں۔ ان معاہدوں کی مزید تشریح ایک حقیقی مثال کے ذریعہ سے زیادہ بہتر طریقہ پر کی جا سکتی ہے۔ امریکہ اور آسٹریلیا کے درمیان اس قسم کا معاہدہ ہوا ہے۔ آسٹریلوی حکومت اسلحہ وغیرہ امریکہ سے حاصل کر رہی ہے اور اس کے بدلے میں ان امریکی فوجوں کی جو بحرالکاہل کے محاذ پر لڑ رہی ہیں۔ ضروریات کی چیزیں آسٹریلوی حکومت کی طرف سے فراہم کی جاتی ہیں۔ اس کا تذکرہ کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ حکومت ہند اور امریکی حکومت کے درمیان اس قسم کا کوئی علیحدہ معاہدہ نہیں ہوا ہے

ہندوستان قرضہ اور پٹہ کے قانون کے تحت براہ راست امریکہ سے
چیزیں نہیں لے رہا ہے بلکہ حکومت برطانیہ کے توسط سے چیزیں اور
خدمات حاصل کی جا رہی ہیں۔

حکومتیں اپنے ہی ملک کے لوگوں اور اداروں سے جو قرضے
حاصل کرتی ہیں انھیں اندرونی قرضہ کہا جاتا ہے۔ اس جگہ پر جیسا
کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ بیرونی قرضے اتنی زیادہ اہمیت نہیں رکھتے
قرضوں کی بڑی مقدار اپنے ملک والوں ہی سے حکومتیں حاصل کرتی
ہیں۔ یہ قرضے کئی طرح پر لئے جا سکتے ہیں۔ زیادہ مدت کے قرضے
ہو سکتے ہیں۔ جن کی واپسی دس پندرہ یا بیس سال کے بعد کی جاتی
ہے۔ ان قرضوں کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان پر زیادہ شرح
سود ادا کرنی پڑتی ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سرکاری ہنڈیاں جاری
کر کے حکومت صرف تین مہینوں کے لئے قرضے لے۔ کم میعادی قرضوں کے
طریقہ کو حکومتیں موجودہ جنگ کے دوران میں بہت زیادہ استعمال
کر رہی ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس وقت حکومتوں کو سرکاری
ہنڈیوں پر اوسطاً صرف ایک فیصد شرح سود دینی پڑ رہی ہے
جس کی وجہ سے حکومت کے مالیہ پر سود کا بار اتنا زیادہ نہیں ہے جتنا کہ
جنگ عظیم میں طویل المدت قرضے لینے کی وجہ سے پڑا تھا۔

قرضوں کی تقسیم ایک اور طرح سے بھی کی جاتی ہے۔ عموماً حکومتیں اختیاری (Optional) قرضے لینے کا اعلان کرتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عوام اور مختلف اداروں کی مرضی پر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ حکومت کو قرضہ دیں یا نہ دیں۔ اختیاری قرضوں کے جاری کرنے میں بھی قومی حکومتوں کو بہت زیادہ کامیابی ہوتی ہے۔ مختلف طریقوں سے عوام کے قومی جذبات کو ابھار کر قرضے دینے پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ لوگ اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ حکومت کو قرضہ دینے سے وہ ایک بڑے قومی فرض کو انجام دے رہے ہیں۔ اور اس لیے کثیر تعداد میں قرضہ دینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ قرضے حاصل کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ لوگوں کو قانوناً مجبور کیا جائے کہ وہ اپنی آمدنی کا ایک خاص فیصد حکومت کو بطور قرض دیں۔ اس کو جبری یا لازمی قرضے (Compulsory) کا طریقہ کہا جا سکتا ہے۔ انگلستان کے مشہور ماہر معاشیات لارڈ کینز نے جنگ شروع ہونے کے چند مہینوں کے بعد لازمی قرضے کی اسکیم حکومت برطانیہ کے سامنے پیش کی تھی۔ کینز کا خیال ہے کہ ٹیکس اور اختیاری قرضے کے ذریعہ سے موجودہ جنگ کے اخراجات کا پورا کرنا بالکل ناممکن ہے رہا تیسرا طریقہ یعنی افراط زر کو اختیار کرنے کے وہ سخت مخالف ہیں۔ انھوں نے اپنی اسکیم میں یہ بتلانے کی

کوشش کی ہے کہ کم آمدنی پانے والوں پر بلا واسطہ محاصل عائد نہیں کئے جا سکتے اور اگر ایسا کیا بھی گیا تو جنگ کا بڑا بار متوسط اور غریب طبقے پر پڑے گا۔ البتہ ان لوگوں کو جبری قرضے کے طریقے سے حکومت کو قرض دینے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ یہ لوگ اپنی آمدنی کا ایک خاص فیصد[۱] انکی کے سیونگس بنک یا اپنے کسی ادارے میں جمع کر دیں۔ حکومت اس جمع شدہ رقم کو اپنے مصارف پورا کرنے کے کام میں لائے اور جنگ کے دوران میں ان قرضوں پر ۲½ فیصد کے حساب سے سود ادا کرتی ہے۔ جنگ کے ختم ہونے پر یہ رقمیں اسوقت واپس کی جائیں جبکہ جنگ کے بعد کی کساد بازاری کا دور دورہ شروع ہو۔ حکومت برطانیہ اور برطانوی عوام نے جنگی مفاد کی خاطر اصل میں اسکیم پیش کی گئی تھی اسکی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی لیکن دو سال بعد حالات نے مجبور کیا کہ اس اسکیم کے اہم حصے کو قبول کر لیا جائے۔[۱] بعض دوسرے ممالک میں بھی جبری قرضوں کے طریقہ کو اختیار کیا گیا ہے۔ جبری قرضے کا طریقہ محاصل اور اختیاری قرضے کے طریقے کی درمیانی شکل ہے۔ قرضہ دینا محاصل کی طرح لازمی قرار دیدیا جاتا ہے لیکن یہ رقم بعد میں واپس مل جاتی ہے۔

قرضوں کے طریقوں کو اختیار کرنے میں یہ خطرہ لگا رہتا ہے کہ کہیں ملک کو افراط زر کے حالات سے دوچار نہ ہونا پڑے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ مختلف ذرائع سے قرضے حاصل کرنے کے

---

[۱] تفصیلات کے لئے دیکھئے۔ مسٹر کینز اور رسالہ "معاشیات جنگ" سیاست جنوری ۱۹۴۱ء

معاشی اثرات معلوم کیے جائیں۔ اگر قرضے افراد، اور دوسرے کاروباری اداروں مثلاً بیمہ کمپنیوں کی حقیقی بچتوں سے حاصل کیے جائیں تو اس کی وجہ سے ملک میں تفریطی اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ عوام اپنی ضروریات پر اپنی آمدنی کا ایک خاص حصہ صرف نہیں کرتے بلکہ قرض دے کر قوت خرید حکومت کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عوام بنکوں سے قرض لیکر حکومت کو قرض دیں جیسا کہ پچھلی لڑائی کے دوران میں ہو چکا ہے۔ لیکن ایسی صورت میں تفریطی حالات پیدا نہیں ہوں گے محض اس وجہ سے کہ لوگوں نے اپنے صرف میں کسی قسم کی کمی نہیں کی اس لئے قرضے حاصل کرتے وقت یہ معلوم کرنا بہت ضروری ہے کہ آیا لوگوں نے حقیقی بچتیں کر کے قرضے دیئے ہیں یا کسی دوسرے طریقہ کو اختیار کیا ہے۔ کاروباری بنکوں سے براہ راست قرضے لینے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب حکومت ان رقوم کو صرف کرتی ہے تو عوام کی امانتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اس طرح سے زر بنک کی مقدار بڑھ جاتی ہے اور افراط زر کے حالات پیدا ہوتے ہیں۔ اگر حکومت ملک کے مرکزی بنک سے قرض حاصل کرے تو اس کی وجہ سے زر کی مقدار بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے اور افراط زر کے نتائج شدت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس بحث سے ہم اس

نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ قرضوں کا پہلا طریقہ سب سے زیادہ بہتر ہے اس لئے جہاں تک ہو سکے حکومتوں کو لوگوں کی حقیقی بچتوں ہی سے زیادہ سے زیادہ قرضے لینے چاہئیں۔ اس طریقہ کو اختیار کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ملک میں زر اور اعتبار میں توسیع نہیں ہوگی اور قیمتوں میں اضافہ کو روکا جا سکے گا لیکن مجبور ہو کر حکومتیں دوسرے اور تیسرے طریقہ کو بھی اختیار کرتی ہے۔

قرضوں کے مباحث کے سلسلہ میں ایک اور بات کا تذکرہ کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ موجودہ جنگ میں ہر حکومت کی برابر یہ کوشش ہے کہ کم سے کم شرح سود پر قرضے لئے جائیں۔ اس لئے کم میعادی قرضوں کے ذریعہ سے زیادہ ضروریات پوری کی جا رہی ہیں۔ زیادہ مدت والے قرضوں پر بھی حکومت کی طرف سے کم شرح سود ادا کی جا رہی ہے۔ پچھلی جنگ میں حکومتوں نے غلطی سے پانچ فیصد شرح سود پر قرضے حاصل کئے تھے جس کی وجہ سے حکومتوں کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ قومی قرضے کی شرح سود ایک یا آدھے فیصد زیادہ ہونے کی وجہ سے کروڑوں روپیوں کا بل بڑھ جاتا ہے اور حکومت کے مالیہ پر بہت زیادہ بار پڑتا ہے۔ حکومتیں اس غلطی کو دوبارہ دہرانا نہیں چاہتیں اس لئے اس جنگ میں زیادہ سے

زیادہ ۲۱/۲ یا ۳ فیصد شرح سود پر قرضے حاصل کئے جا رہے ہیں
جنگی قرضوں پر کم شرح سود مقرر کرنے کی حمایت میں بہت سی
دلیلیں دی جاتی ہیں۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے شرح سود میں
تھوڑے سے اضافہ کی وجہ سے حکومت کے مالیہ پر نا قابل برداشت
بار پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ جنگ کے بعد کی کساد بازاری کو روکنے
کے لئے ارزان زر (CHEAP MONEY) کے حالات پیدا کرنے کی
ضرورت ہوتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سود کی شرحیں بازار میں
کم ہوں تاکہ کاروباری طبقہ زیادہ قرضے لے کر کاروبار کی حالت درست
کر سکے اور ترقی دے سکے لیکن اس قسم کے حالات ایسی صورت
میں پیدا نہیں کئے جا سکتے جبکہ حکومت قومی قرضے پر زیادہ سود
ادا کر رہی ہو۔ اخلاقی نقطہ نظر سے بھی یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ
جماعت کے سرمایہ دار طبقہ کو حکومت سے اسوقت زیادہ سود
وصول کرنی کی اجازت دی جائے جبکہ دوسرے طبقات کے افراد
اپنی جان کی بازی لگا کر قوم و ملک کی حفاظت کر رہے ہیں۔ زیادہ
شرح سود ادا کرنے کے خلاف ایک سیاسی دلیل بھی پیش کی جاتی
ہے۔ اگر حکومت کی طرف سے زیادہ شرح سود کا اعلان کیا جائے
تو دشمن کو حکومت کے خلاف پروپگنڈہ کرنے کا اچھا موقع مل جاتا

سے ہے۔ دشمن یہ کہہ سکتا ہے کہ حکومت کی ساکھ اچھی نہ ہونے کی وجہ سے حکومت کو زیادہ شرح سود ادا کرنی پڑ رہی ہے۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ قرضوں کے ذریعہ سے اگر جنگ کے زیادہ مصارف پورے کئے جائیں تو جنگ کا بار آیندہ نسلوں پر منتقل کیا جا سکتا ہے۔ اس خیال میں جو غلطی پائی جاتی ہے اسکو موجودہ جنگ میں شروع ہی سے مان لیا گیا ہے اور اب یہ طے شدہ امر ہے کہ جنگ کے بار کا بہت بڑا حصہ ان لوگوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے جو جنگ کرتے ہیں یہ ضرور صحیح ہے کہ قرضوں کے ذریعہ سے اخراجات پورے کرنے کی صورت میں موجودہ نسلوں کو بھاری قسم کے محاصل ادا کرنے سے نجات مل جاتی ہے لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آیندہ نسلوں پر جنگ کا بار منتقل کیا جا سکتا ہے۔ حکومت کو جنگ میں فتح حاصل کرنے کے لئے جنگ کے دوران میں وسائل حاصل کرنے پڑتے ہیں اور وسائل حاصل کرنیکا سب سے اہم ذریعہ یہ ہے کہ عوام اپنے صرف میں کمی کریں۔ معمولی قسم کی غذا کھا کر گذر اوقات کریں۔ اچھے کپڑے پہننا ترک کر دیں۔ اور تعیشات کو بالکل چھوڑ دیں تاکہ حکومت آسانی سے ان چیزوں کو حاصل کرکے جنگی ضروریات پوری کر سکے۔ اس طرح موجودہ نسلیں اپنا

معیار زندگی پست کر کے جنگ کے بار کو برداشت کرتی ہیں۔
جنگ کے بعد قرضوں کی واپسی اور ان پر سود کی ادائی کی وجہ سے
پیچیدہ مسائل ضرور پیدا ہوتے ہیں لیکن بحیثیت مجموعی آیندہ نسلوں
پر جنگ کے بار کا بڑا حصہ منتقل نہیں کیا جا سکتا۔ سود کی ادائی اور
قرضوں کی واپسی کے لئے حکومت لوگوں پر مختلف قسم کے محاصل عائد
کرتی ہے۔ بعض افراد سے محاصل کے ذریعے سے رقم وصول کر کے دوسرے
ایسے افراد کو جو حکومت کی تمسکات کے مالک ہیں سود ادا کیا جاتا ہے
قوم کی مجموعی آمدنی میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوتی صرف تقسیم دولت
میں فرق آجاتا ہے۔ یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ قرض دینے والے زیادہ
تر امیر طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور محاصل کا بار متوسط الحال اور
غریب طبقہ کے افراد کو برداشت کرنا پڑتا ہے لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے
کہ ایسے محاصل عائد کئے جائیں جن کا بار انہیں لوگوں پر پڑے جنہیں
قرضوں سے آمدنی ہوتی ہے۔ اس طرح حکومت امیر طبقہ کی ایک جیب
سے رقم نکال کر ان کی دوسری جیب میں ڈال سکتی ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ اگر حکومت
اپنے ہی ملک کے باشندوں اور اداروں سے قرض لے تو جنگ کا بار
آئندہ نسلوں پر منتقل نہیں کیا جا سکے گا لیکن دوسرے ممالک سے قرضے

حاصل کرنے کی صورت میں یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ فرض کیا کہ حکومت
برطانیہ جنگی ساز وسامان خریدنے کے لئے امریکہ کے لوگوں اور اداروں
سے ایک ہزار ملین پونڈ بطور قرض لیتی ہے۔ حاصل شدہ رقم کے ذریعہ
سے جنگی ضروریات کی چیزیں امریکی بازاروں میں خریدی جاتی ہیں۔
ان چیزوں کی قیمت کی حد تک موجودہ نسلوں نے جنگ کے بار
کو برداشت نہیں کیا اور انھیں جنگ میں کامیابی حاصل کرنے کے
لئے وسائل مل گئے۔ ان قرضوں کی واپسی یا سود کی ادائی کے لئے
جنگ کے بعد قومی آمدنی کا ایک خاص حصہ امریکہ والوں کے سپرد
کرنا پڑے گا۔ آئندہ نسلوں کو ایک ہزار ملین پونڈ کے برابر چیزیں اور
خدمات امریکہ والوں کو دینی پڑیں گی اور ان اشیاء اور خدمات سے
آئندہ نسلیں محروم رہیں گی۔ اس کے علاوہ دو اور طریقے ہیں جن
کو اختیار کر کے جنگ کے بار کو اٹھانے میں آئندہ نسلوں کو بھی شریک
کیا جا سکتا ہے۔ بہت سے ممالک کے لوگوں کا سرمایہ غیر ممالک میں
بھی لگا ہوتا ہے۔ اس سرمایہ کی تمسکات پر ان ممالک کو اشیاء اور
خدمات کی شکل میں سال کے سال سود ملتا رہتا ہے۔ ان تمسکات
کو فروخت کر کے جنگی ضروریات پوری کی جا سکتی ہیں موجودہ جنگ
شروع ہونے سے پہلے اہل برطانیہ کا بہت کافی سرمایہ امریکی تمسکات

کی شکل میں موجود تھا۔ حکومت برطانیہ نے تاوقتیکہ ان اثاثوں کو حاصل کرنے کے بعد انہیں امریکی قوم کے افراد اور اداروں کے ہاتھ فروخت کیا اور اس طرح سے جو ڈالر ملے ان سے جنگی ضروریات کی ہزاروں چیزیں امریکی بازاروں میں خریدی گئیں۔ اس وقت حکومت برطانیہ کو چیزوں کی شکل میں کچھ بھی نہیں دینا پڑا۔ البتہ اس کارروائی کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ برطانیہ اور دوسرے ممالک میں لگے ہوئے سرمایہ میں بہت زیادہ کمی واقع ہو گئی ہے۔ جنگ کے بعد کی نسلیں ان اشیاء اور خدمات سے محروم رہیں گی جو اس سرمایہ کے سود کے طور پر سالانہ برطانوی قوم کو وصول ہوتی تھیں۔

آئندہ نسلوں پر جنگ کے بار کے ڈالنے کا آخری طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ بہت سی چیزیں جو موجودہ نسلوں کو گذشتہ نسلوں سے ترکہ کے طور پر ملی ہیں ان کو بہتر حالت میں رکھنے کے لئے یا تو بالکل صرف نہ کیا جائے یا صرف اتنا صرف کیا جائے کہ وہ جنگ میں کام دے سکیں۔ مثلاً ریلوں، سڑکوں اور مکانوں سے زیادہ سے زیادہ کام لیا جائے اور انکی مرمت بالکل نہ کی جائے۔ جنگ کے دوران میں ان کی حالت بہت زیادہ تباہ ہو جائے گی اور آئندہ نسلوں کو قومی آمدنی کا بڑا حصہ ان کو اچھی حالت میں لانے اور کارآمد بنانے کے لئے صرف کرنا پڑے گا

اس کوشش میں کامیابی اسی وقت حاصل کی جائے گی جبکہ آئندہ نسلیں کچھ مدت کے لئے اپنے معیار زندگی کو کافی پست کر دیں۔

مندرجہ بالا بیان کردہ تینوں طریقوں کو اختیار کرنے کے باوجود مصارف جنگ کے بار کا بہت بڑا حصہ آئندہ نسلوں پر منتقل نہیں کیا جا سکتا موجودہ نسلیں ہی اس کو برداشت کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ لندن کے مشہور ہفتہ وار اخبار (ECONOMIST) نے اپنی ایک اشاعت میں یہ اندازہ پیش کیا ہے کہ حکومت برطانیہ کے سنہ ۴۲ء میں زائد مصارف جنگ کن کن ذرائع سے حاصل کئے گئے۔ موجودہ جنگ شروع ہونے کے کچھ روز کے بعد حکومت نے ایک نیا محکمہ اعداد و شمار قائم کیا ہے جس کی طرف سے ہر سال قومی آمدنی حکومت کی آمدنی اور خرچ اور اسی قسم کے دوسرے مسائل کے متعلق بہت ہی مفید اور معتبر اعداد و شمار شائع کئے جاتے ہیں (ECONOMIST) ان اعداد و شمار کا تجزیہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا کہ سنہ ۴۲ء میں حکومت برطانیہ نے سنہ ۳۸ء کے پونڈ کی قدر میں ۳۵۴۵ ملین پونڈ خرچ کئے۔ سنہ ۳۸ء میں حکومت برطانیہ کا خرچ ۸۴۵ ملین پونڈ تھا۔ سنہ ۴۲ء میں گویا ۲۷۰۰ ملین پونڈ کا اضافہ ہوا۔ یہ زائد مصارف جنگی ضروریات پورا کرنے کی وجہ سے ہوئے اور اس لئے ان کو مصارف جنگ تصور کیا جا سکتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے

کہ ۲۷۰۰ ملین پونڈ کن ذرائع سے حاصل کئے گئے۔ ان میں سے ۱۱۱۳ ملین پونڈ پیدائش دولت میں اضافہ کے وجہ سے حاصل ہو سکے تھے جنگ کے دوران میں پیدائش دولت بڑھ جاتی ہے اور قومی آمدنی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ایسے عاملین پیدائش جو جنگ سے پہلے بیکار تھے۔ یا پھر اپنی پوری مستعدی سے کام پر نہیں لگے ہوئے تھے جنگ کے دوران میں جب معاشی نظام کی نئی تنظیم کی جاتی ہے تو ہر عامل پیدائش کو موزوں ترین کام پر لگایا جاتا ہے تاکہ قومی آمدنی میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کیا جا سکے اور مصارف جنگ پورا کرنے میں اضافہ شدہ دولت سے بہت کافی مدد مل سکے۔ لیکن صرف قومی آمدنی میں اضافہ جنگی اخراجات کے لئے کافی نہیں ہوتا اس لئے جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے مجبوراً لوگوں کو اپنے صرف میں بھی کمی کرنی پڑتی ہے۔ انگلستان میں ۴۲ء میں جنگی مصارف کا ایک تہائی عوام کے صرف میں کمی کر کے پورا کیا گیا۔ باقی مصارف یا تو اشیاء پیدائش کی پوری طرح سے نگہداشت نہ کر کے یا پھر زیادہ تر اس میں اضافہ نہ کر کے اور بیرونی ممالک میں دیسی سرمایہ کی تمسکات کو فروخت کر کے پورا کیا گیا تھا۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ جنگ کے معاشی بار کا ⅔ حصہ موجودہ نسلوں پر صرف میں کمی اور زیادہ محنت کرنے کی شکل میں پڑ رہا ہے اور صرف ایک تہائی حصہ

گذشتہ اور آئندہ نسلوں پر منتقل کیا جا سکتا ہے۔

اس اخبار کے اندازے کے مطابق امریکہ میں مصارفِ جنگ زیادہ تر پیدائش دولت اور قومی آمدنی میں اضافہ کر کے پورے کئے جا رہے ہیں اور ابھی تک عوام کو اپنے صرف میں اتنی زیادہ کمی نہیں کرنی پڑی ہے جتنی کہ اہلِ برطانیہ کو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امریکہ میں پیدائش دولت میں اضافہ کے بہت زیادہ مواقع موجود تھے۔ پیدائش دولت بڑھانے کی کافی گنجائش باقی تھی۔ امریکی کارخانے براہ راست جنگی حالات سے بالکل متاثر نہیں ہوئے ہیں۔ اس لئے کارخانوں اور کھیتوں میں زیادہ دولت پیدا کی جا سکتی ہے۔

افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے ملک کے متعلق ایسے اعداد و شمار نہیں ملتے جن سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا کہ جنگ کی وجہ سے پیدائش دولت کے مختلف شعبہ جات میں کس قدر ترقی ہوئی ہے اور قومی آمدنی کتنی بڑھی ہے۔ جنگی مصارف قومی آمدنی میں اضافہ کر کے کس حد تک پورے کئے جا رہے ہیں اور عوام کو اپنے صرف میں کمی کر کے جنگ میں فتح پانے کے لئے کیا کچھ قربانیاں ادا کرنی پڑ رہی ہیں۔ اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ جنگ سے پہلے بھی ہندوستان میں زرعی اور صنعتی پیداوار کا معیار دوسرے ممالک کے مقابلتاً نیچا

بہت ہی ادنیٰ تھا۔ زرعی پیداوار یہاں کی مجموعی آبادی کے لئے کسی طرح سے بھی کافی نہیں ہوتی تھی۔ یہی حال صنعتی اشیاء کا بھی تھا۔ جنگ سے پہلے مصنوعات کی بہت بڑی مقداریں دوسرے ممالک سے درآمد کی جاتی تھیں۔ ہمارے یہاں وسائل کی کمی نہیں لیکن ان وسائل کو کام پر نہیں لگایا گیا تھا۔ حکومت نے ایسے مواقع بھی پیدا نہیں کئے جن کی وجہ سے ملک میں صنعتی ترقی ہو سکتی۔ جنگ نے عوام کے لئے اور زیادہ تکالیف پیدا کر دیں۔ جنگی معیشت کی تنظیم کے لئے یہ ضروری ہے کہ ملک میں کلیدی صنعتیں قائم ہوں تاکہ صنعتی اور زرعی پیداوار آسانی سے بڑھائی جا سکے۔ کلیدی صنعتوں کا بالکل فقدان ہے۔ مشینوں اور اوزار کے لئے ہم دوسروں کے دست نگر ہیں۔ باحرارت صنعت کی قلت ہے اور اس کو دور کرنے کے لئے بھی جنگ سے پہلے حکومت کی طرف سے کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا تھا۔ ہندوستانی معیشت میں ان تمام خامیوں کے باوجود ہمارے اوپر نہ صرف اسے نتائج کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ بلکہ مشرق بعید کی اتحادی اقوام کی رسد کا مرکز بھی ہندوستان کو قرار دیا گیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستانی صنعتوں اور زراعت پر بہت زیادہ بار پڑ رہا ہے۔ جنگی معیشت کی خصوصیات اشیاء کی قلت اور گرانی میں اضافہ ہمارے معاشرہ کو مختلف قسم کی تکالیف اور مصائب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے

اور عوام کا معیار زندگی بہت ہی پست ہو گیا ہے۔

موجودہ جنگ کی وجہ سے مختلف ممالک کے قومی قرضوں میں جسقدر اضافہ ہوا ہے اس کے چند اعداد و شمار کا بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ تین سال کے مختصر عرصہ میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا قومی قرضہ تقریباً تین گنا ہو گیا ہے۔ مارچ ۱۹۴۳ء میں ۶۰۰۳ کروڑ روپے سے بڑھ کر ۲۱۰۵۴ کروڑ روپے ہو گیا تھا۔ موجودہ جنگ شروع ہونے سے پہلے حکومت برطانیہ کا قومی قرضہ ۳۷۳۰ کروڑ روپے تھا۔ اور یہی فروری ۱۹۴۳ء میں ۷۲۰۲ کروڑ روپے تک پہونچ گیا تھا یعنی دوگنا سے بھی زیادہ اضافہ ہو چکا تھا۔ دسمبر ۱۹۳۹ء میں جرمنی کے قومی قرضہ کی مقدار ۲۶۲.۵ کروڑ روپے تھے اور دسمبر ۱۹۴۲ء میں یہی ۲۲۷۰ کروڑ روپے ہو گیا۔ ان اعداد و شمار سے ہندوستانی قومی قرضہ کے اعداد و شمار کا مقابلہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ اس میں کچھ بہت زیادہ اضافہ نہیں ہوا ہے۔ جنگ سے پہلے ہندوستانی قومی قرضے کی مجموعی مقدار ۱۲۰۶ کروڑ روپے تھی اور مارچ ۱۹۴۳ء میں یہی مقدار ۱۲۳۹ کروڑ ہو گئی تھی۔

جب سے جنگ شروع ہوئی ہے حکومت ہند نے مختلف طریقوں کو اختیار کر کے قرضے حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ حکومت کی طرف سے

اب تک چار دفاعی قرضے جاری کئے جا چکے ہیں۔ ایسے اشخاص کے لئے جنہیں حکومت سے بہت زیادہ ہمدردی ہے اور جو بغیر سود کے قرض دینے کے لئے تیار ہیں بے سودی دفاعی تمسکات جاری کی گئی ہیں، متوسط الحال اور غریب طبقات کے افراد کو ترغیب دلانے کے لئے دس سالہ ڈیفنس سیونگ سارٹیفکیٹ کے فروخت کرنے کا انتظام کیا گیا ہے اور ڈاکخانوں میں ڈیفنس سیونگس کھاتے کھولے گئے ہیں۔ بعض صوبوں میں محصول آمدنی اور زائد منافع پر محصول ادا کرنے والوں کو لازمی قرضے کے طریقے کو اختیار کرکے ترغیب دلانے کی کوشش بھی کی گئی ہے ان طریقوں کے علاوہ حکومت ہند نے سرکاری ہنڈیوں کو فروخت کرکے بھی کافی مقدار میں قرضے حاصل کئے ہیں۔ ان تمام کوششوں کے نتیجہ کو مندرجہ ذیل اعداد وشمار کے ذریعہ سے ظاہر کیا جا سکتا ہے۔

طویل المدت قرضے	۴۰۹	کروڑ روپے
سرکاری ہنڈیاں	۱۷۱	کروڑ روپے
دیگر قرضے	۷۸	"
	۶۵۸	"
بے ذخیرہ قرضوں میں کمی	۳۴	"
	۶۲۴	کروڑ روپے

جنگ شروع ہونے کے بعد سے ۴۴-۱۹۴۳ء کے آخر تک حکومت ہند ۴۶۶ کروڑ روپیوں کے نئے قرضے لے چکی تھی، اس اثنا میں حکومت ہند کے مالیہ میں خسارہ ۱۶۱ کروڑ روپیہ ہوتا ہے۔ ۱۳۴ کروڑ روپے خاص قسم کے ذخیرہ قائم کرنے اور بعض دیگر مدات کے لئے لئے گئے۔ باقی ۳۳۲ کروڑ روپیہ اسٹرلنگ قرضوں اور بعض دوسرے قرضوں کی ادائی کے لئے حاصل کئے گئے۔ ان اعداد و شمار کو دیکھنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حکومت ہند کا مالی خسارہ قرضوں کے ذریعہ سے بڑی آسانی سے پورا ہو گیا

صرف محاصل اور قرضوں کے طریقوں کو اختیار کرنا

افراط زر اکثر حالات میں مصارف جنگ کے لئے کافی نہیں ہوتا اور مجبوراً حکومتوں کو افراط زر کی پالیسی پر بھی تھوڑا بہت عمل کرنا پڑتا ہے۔ جنگ عظیم اور موجودہ جنگ میں یہ فرق پایا جاتا ہے کہ مختلف ممالک میں جنگ عظیم کے دوران میں افراط زر کی پالیسی پر بہت زیادہ عمل ہوا تھا جس کی وجہ سے بعض ممالک کا نظام زر تک بالکل ختم ہو گیا اور ان کی سیاسی اور معاشی ہیئت ترکیبی میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں تھیں۔ اس جنگ میں حکومتوں کی برابر کوشش ہے کہ جہاں تک ہوسکے افراط زر کی پالیسی کو اختیار کرنے سے بچا جائے۔ اگر مجبوراً اس پر عمل کرنا ہی پڑے تو اس کے ساتھ ساتھ ایسے ذرائع بھی اختیار کرنا

چاہئیں جن کی وجہ سے حالات پر کنٹرول قائم رہے اور جماعت بہت سی معاشرتی خرابیوں سے محفوظ رہ سکے۔

معاشیات کے علم میں بہت سی ایسی اصطلاحیں ہیں جن کو معاشیین مختلف معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ افراط زر کے بھی ایک سے زیادہ مفہوم ملتے ہیں البتہ مالیات جنگ کے سلسلہ میں اس اصطلاح کو صرف ایک ہی معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ افراط زر ایک طریقہ ہے جس کے ذریعہ اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ کرکے عوام کے صرف میں کمی کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ مالیات جنگ میں ان طریقوں سے بحث ہوتی ہے جنکو اختیار کرکے حکومت عوام کے صرف میں کمی کرتی ہے۔ محصول اور قرضہ کے طریقوں کو جب اختیار کیا جائے تو لوگوں سے ان کی آمدنی کا ایک خاص حصہ حکومت لے لیتی ہے قبل اس کے کہ وہ اپنی آمدنی کو ذاتی ضروریات پر صرف کریں۔ افراط زر کے طریقہ میں لوگوں کو اپنی پوری آمدنی صرف کرنے کا مجاز ہوتا ہے لیکن اشیاء اور خدمات کی قیمتیں زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ ان کی کم مقدار ہی خرید سکتے ہیں اور اس طرح سے اشیاء اور خدمات کی خاص مقدار بچ جاتی ہیں جن کو حکومت جنگی ضروریات پوری کرنے کے لئے لیتی ہے۔

افراط زر کے طریقہ میں زر کی مقدار بڑھا کر اشیاء اور خدمات کی قیمتوں میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ زر کی مقدار عام طور پر دو طرح سے بڑھائی جا سکتی ہے۔

آسان طریقہ تو یہ ہو سکتا ہے کہ حکومت خود غیر نقد پذیر زر کا غذی جاری کر کے مصارف جنگ کی پابجائی کرے زر کی نئی مقدار کے ذریعہ سے حکومت مختلف قسم کی ادائیاں کرتی ہے اور لوگوں کے ہاتھوں میں زر کی مقدار بڑھ جاتی ہے اس کے مقابلہ میں اشیاء اور خدمات کی مقداروں میں کسی قسم کا اضافہ نہیں ہوتا اس لئے قیمتیں چڑھ جاتی ہیں۔ قیمتوں کا بڑھنا ایک لازمی امر ہے کیونکہ قیمتوں میں خاطر اضافے ہی کی صورت میں عوام کے صرف میں کمی کی جا سکتی ہے پچھلی جنگ عظیم کے دوران میں یورپی ممالک کی اکثر حکومتوں نے اس طریقہ کو اختیار کیا تھا اور نوٹ جاری کر کے جنگ کے مصارف پورے کئے تھے موجودہ جنگ میں بہت کم حکومتوں نے خود نوٹ جاری کئے ہیں اکثر ممالک میں افراط زر کے پیچیدہ طریقہ کو اختیار کیا گیا ہے متمدن ممالک میں نوٹ کچھ بہت زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ بنکوں کی امانتیں سب سے زیادہ اہم زر سمجھا جاتا ہے۔ یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ بنکوں کے قرضے دینے کی پالیسی کی وجہ سے امانتوں میں خود بخود اضافہ ہوتا ہے۔ افراط زر کے پیچیدہ طریقہ میں حکومتیں کاروباری بنکوں اور مرکزی بنک سے قرض لیتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بنکوں کی امانتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ زر کی مقدار بڑھ جاتی ہے اور زر کی زائد مقدار قیمتوں کی سطح کو بلند کر دیتی ہے۔

معاشیین اس بات پر بالکل متفق ہیں کہ افراط زر مصارف جنگ پورا کرنے

کا سب سے خطرناک طریقہ ہے اور حکومتوں کو اس سے بچنے کی ہر ممکنہ کوشش کرنی چاہئے۔ افراط زر کی حمایت میں صرف ایک بات کہی جا سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ سب سے آسان طریقہ ہے۔ افراط زر کی وجہ سے معاشرہ کے مختلف طبقات کے لئے بُرے اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ بتفصیل سے ان اثرات کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں صرف مختصراً ان کی تشریح کی جاتی ہے۔ افراط زر کے حالات میں مختلف طبقات کے درمیان قومی آمدنی اور دولت کی تقسیم بہت کچھ بدل جاتی ہے۔ سرمایہ دار اور سٹہ کرنیوالے بہت زیادہ فائدہ میں رہتے ہیں۔ قیمتوں میں اضافہ کی وجہ سے انھیں۔ بہت زیادہ منافع کمانے کے مواقع ہاتھ آجاتے ہیں۔ سب سے زیادہ نقصان میں مقررہ آمدنی پانے والے اشخاص رہتے ہیں۔ ایسے اشخاص کی جن کی آمدنی کا ذریعہ وظیفہ، تنخواہ یا پھر ایسی تمسکات ہیں جن پر مقررہ شرح سود ملتی ہے نقد آمدنی اتنی ہی رہتی ہے جتنی کہ پہلے تھی لیکن قیمتوں میں اضافہ کی وجہ سے وہ بہت کم مقدار میں اپنی ضروریات کی چیزیں اور خدمات خرید سکتے ہیں اور ان کی حقیقی آمدنی بہت زیادہ کم ہو جاتی ہے۔ منظم مزدور طبقہ اتنا زیادہ نقصان میں نہیں رہتا۔ قیمتوں میں اضافہ کے ساتھ ساتھ وہ اپنی اجرتوں میں اضافہ کا مطالبہ بھی شروع کر دیتے ہیں گو بعض حالات میں اجرتوں میں اضافہ اس نسبت سے نہیں ہوتا جس نسبت

سے کہ قیمتیں بڑھتی ہیں

قیمتوں کا اضافہ تمام خاندانوں کو یکساں طور پر متاثر نہیں کرتا۔ ایسے خاندان جن کے افراد کی تعداد زیادہ ہو اور آمدنی کم ہو بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں غذا لباس اور دوسری ضروریات زندگی کی چیزوں کی قیمتیں بڑھنے کی وجہ سے ان کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے۔ موجودہ گرانی کے حالات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح سے غریب طبقہ مصیبتوں کے دن کاٹ رہا ہے غریب طبقہ کے افراد ضروریات زندگی تک حاصل نہیں کر سکتے۔ اس کے مقابلہ میں امیروں کو صرف تعیشات میں تھوڑی بہت کمی کرنی پڑتی ہے دولت کی تقسیم میں عدم مساوات بڑھ جاتی ہے اور سب سے زیادہ بار ان افراد اور طبقات پر پڑتا ہے جو اس کو برداشت کرنے کی کم سے کم صلاحیت رکھتے ہیں۔

افراط زر کے حالات معاشرہ میں بہت سی سماجی خرابیاں پیدا کرتے ہیں۔ مزدوروں کی طرف سے اجرتوں میں اضافہ کا مطالبہ شروع ہوتا ہے اور اگر ان کے اس مطالبہ کو قبول نہ کیا جائے تو ہڑتالوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ متوسط الحال طبقہ جس کی گذر مقررہ آمدنی پر ہوتی ہے اپنی تکالیف کو سب سے زیادہ محسوس کرتا ہے اس کی پس انداز کی ہوئی دولت کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنی حالت کو بہتر بنانے کے لئے ہر قسم کے جائز

اور ناجائز ذرائع اختیار کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ جرمنی میں ہو چکا ہے اور نازی جماعت انھیں حالات کی پیداوار ہے۔ حکومت کے نقطہ نظر سے بھی افراط زر کا طریقہ کچھ زیادہ مفید ثابت نہیں ہوتا۔ قیمتوں میں اضافہ کی وجہ سے خود حکومت کے مصارف بڑھ جاتے ہیں اور حکومت کو ان کی پابجائی کے لئے زر کی مقدار اور زیادہ بڑھانی پڑتی ہے اور اس طرح سے معاشرہ افراط زر کے بُرے چکر میں پھنس جاتا ہے۔

اکثر مغربی ممالک میں افراط زر کی پالیسی پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ ایسے موزوں ذرائع بھی اختیار کئے گئے ہیں جن کی وجہ سے حالات کو کنٹرول پالیا گیا ہے۔ انگلستان اور امریکہ میں ہندوستان کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ مصارف جنگ ہو رہے ہیں لیکن اس کے باوجود قیمتوں کی سطح میں اتنا زیادہ اضافہ نہیں ہوا ہے جتنا کہ ہمارے ملک میں۔ ان دونوں ملکوں کی حکومتوں کی برابر کوشش ہے اور جس میں انھیں بڑی حد تک کامیابی بھی ہوئی ہے کہ مصارف زندگی کے اشاریہ کو استحکام دیدیا جائے۔ ہندوستان میں تھوک فروش قیمتوں کا اشاریہ ڈھائی گنے سے بھی زیادہ ہو چکا ہے اور یہی حال مصارف زندگی کے اشاریہ کا ہے پچھلے کئی مہینوں سے یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ آیا ہندوستان میں افراط زر کے حالات پیدا ہو چکے ہیں یا نہیں۔ اس کے متعلق ہندوستانی معاشیین اپنے خیالات کا اظہار رسالوں، کتابوں تقریروں

اور بیانات کے ذریعہ سے کر چکے ہیں۔ بہت دنوں تک حکومت کے نمائندے افراطِ زر کے حالات پیدا ہونے سے انکار کرتے رہے لیکن اب اس بات پر تمام لوگ متفق ہیں کہ ہندوستانی معاشرہ افراطِ زر کے حالات سے گذر رہا ہے حکومت بھی اپنی غلطی کو مان چکی ہے اور اس کی طرف سے حالات پر قابو پانے کے لئے مختلف قسم کی تدابیر اختیار کرنے کا اعلان کیا جا چکا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان تدابیر کے ذریعہ سے حالات کو کس حد تک بہتر بنایا جا سکتا ہے

قرضوں کے سلسلہ میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ حکومت ہند نے اپنے مالیہ کے خسارہ کو پورا کرنے کے لئے افراطِ زر کے طریقہ کو اختیار نہیں کیا ہے پچھلے پانچ سال کے عرصہ میں حکومت نے بغیر کسی قسم کے دقت کے مصارف کے مقابلہ میں آمدنی کی کمی کو نئے قرضوں کے ذریعہ سے پورا کر لیا اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ حکومت ہند نے خود اپنے اخراجات کی پابجائی دوسرے متحارب ممالک کی حکومتوں کے مقابلہ میں بہت آسان طریقہ سے کی ہے اور بازار میں اپنی ضروریات سے زیادہ مقدار میں قرضے حاصل کئے ہیں۔ افراطِ زر کے حالات پیدا ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ حکومت ہند نے حکومت برطانیہ کی ضروریات پورے کرنے کی ذمہ داری بھی اپنے اوپر عائد کر رکھی ہے۔ حکومت برطانیہ کے لئے جو مصارف برداشت کر رہی ہے وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک اس معاہدہ کے تحت ہیں جو جنگی مصارف کی تقسیم کے

سلسلہ میں ان دونوں حکومتوں کے درمیان نومبر ۱۹۳۹ء میں ہو چکا ہے۔ اس معاہدہ کی رو سے حکومت ہند پر صرف ہندوستانی دفاع کی ذمہ داری عائد ہوگی ہے اور دوسرے مصارف حکومت برطانیہ برداشت کرے گی۔ مثلاً ہندوستانی فوجیں اگر ہندوستان سے باہر لڑنے کے لئے روانہ کی جائیں تو ان کے تمام مصارف حکومت برطانیہ ادا کرے گی۔

دوسرے ایسے مصارف ہیں جو حکومت ہند کو حکومت برطانیہ اور دیگر اتحادی حکومتوں کی فوجوں وغیرہ کی ضروریات کی چیزوں اور خدمات کی خریداری کے سلسلہ میں برداشت کرنے پڑ رہے ہیں۔ ان دونوں مدات کے سلسلہ میں حکومت ہند اب تک کچھ نہیں تو ۶۰۰ کروڑ روپیوں کی مختلف چیزیں ہندوستانی بازاروں میں خرید چکی ہے۔ یہ ضرور صحیح ہے کہ ان مصارف کی ادائی بالآخر حکومت برطانیہ کی طرف سے کی جاتی ہے لیکن اس سلسلہ میں جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے اس کی وجہ سے ہندوستان میں افراط زر کے حالات پیدا ہوئے ہیں۔ حکومت ہند نے بہت کوشش کی ان مصارف کی ادائیگی یا بچائی زیادہ سے زیادہ قرضے لے کر کی جائے لیکن حکومت کو اس سلسلے میں زیادہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ اس کے علاوہ حکومت

کو اشیاء اور خدمات کی خریداری کے لئے روپیوں کی فوری ضرورت ہوتی ہے اس لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ حکومت برطانیہ ان مصارف کی ادائی اپنے ذریعے یعنے اسٹرلنگ کے ذریعہ کرتی ہے اور یہ اسٹرلنگ لندن میں فاضلات کے طور پر جمع رہتے ہیں، حکومت ہند ان فاضلات کو ریزرو بنک کے حوالہ کر دیتی ہے۔ ریزرو بنک کے شعبہ اجراء کے اثاثوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ریزرو بنک اسی نسبت سے نوٹ جاری کر کے حکومت ہند کو دے دیتا ہے اس طرح سے حکومت برطانیہ کی ضروریات پوری کرنے کے لئے حکومت ہند ہندوستانی عوام سے قوت خرید کو منتقل کر کے روپیہ فراہم کرنے کے بجائے ہر ہفتہ نوٹوں کی تعداد بڑھا کر قوت خرید میں اضافہ کر رہی ہے ان تمام کارروائی کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ریزرو بنک کے اسٹرلنگ فاضلات کئی گنا بڑھ گئے ہیں دوسرے ہندوستان میں جاری شدہ نوٹوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے[1] جنگ شروع ہونے سے پہلے جاری شدہ نوٹوں کی تعداد ۲۰۶ کروڑ روپے تھی ۱۲ نومبر ۱۹۴۳ء تک ریزرو بنک کی طرف سے ۸۰۴ کروڑ روپے کے نوٹ جاری کئے جا چکے تھے یعنی نوٹوں کی تعداد میں چار گنا اضافہ ہو چکا تھا جنگ سے پہلے نوٹ جاری کرنے کے سہارے کے لئے ریزرو بنک کے پاس

[1] صفحہ ۴۲ پر ملاحظہ ہو

۹۰ کروڑ روپے کے برابر اسٹرلنگ تمسکات موجود تھیں، ۱۲ نومبر ۱۹۴۳ء کو یہی تعداد بڑھکر ۶۹۰ کروڑ روپے کے برابر ہو چکی تھی۔ لندن میں اسٹرلنگ فاضلات کے جمع ہونیکا ایک فائدہ یہ ضرور ہوا ہے کہ ہندوستان نے اپنے ان قرضوں کو جو پچھلے پچاس ساٹھ سال کے عرصہ میں نہریں اور ریلیں بنانے کے لئے لندن کے بازار میں لئے گئے تھے واپس کر دیا ہے۔ ۱۹۳۸ء - ۳۹ میں ان قرضوں کی تعداد ۴۶۹ کروڑ روپے تھی اب تقریباً یہ سب ادا کر دیئے گئے ہیں۔ اس طرح ہندوستان چار سال کے مختصر عرصہ میں دین دار ملک سے لین دار ملک بن گیا ہے۔ زر کی تعداد بڑھنے کی وجہ سے قیمتوں کی سطح کا بڑھنا ایک لازمی امر ہے قیمتوں کا اضافہ حکومت برطانیہ کے مصارف کو ہر ہفتہ بڑھا رہا ہے اور حکومت ہند کو ان کی پابجائی کے لئے زیادہ مقدار میں نوٹ جاری کرنے پڑ رہے ہیں۔ اس طرح سے ہندوستانی معاشرہ افراط زر کے بڑے چکر میں پھنس گیا ہے اور اس کے مختلف طبقات افراط زر کے اثرات کو بری طرح سے محسوس کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں عجیب بات یہ ہے کہ افراط زر کی برائیوں کو ہندوستانی حکومت کے مصارف کی وجہ سے برداشت نہیں کرنا پڑ رہا ہے بلکہ محض دوسروں کی خاطر ہم نے اس کی مصیبتوں کو اپنے سر تھوپ لیا ہے۔

افراط زر کو روکنے کیلئے چند تجاویز

ہندوستانی معاشرہ کے متوسط الحال اور غریب طبقہ کے افراد کو موجودہ گرانی کی وجہ سے جن تکالیف کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ان سے ہر شخص واقف ہے۔ یوں تو ملک کے ہر علاقہ کے باشندے مصیبت میں مبتلا ہیں ان مصائب کے تاریک ترین مظاہر بنگال کی خبروں سے ملتے ہیں جہاں خیال کیا جا رہا ہے کہ ہر ہفتہ کئی ہزار انسان فاقوں سے سسک سسک کر مر رہے ہیں۔ کلکتہ اور اسکے ارد گرد کی خبریں اخبارات کے ذریعہ سے ہم تک پہونچتی رہتی ہیں لیکن بنگال کے دیہاتوں میں جو قیامت برپا ہے اس سے ہم بالکل بے خبر ہیں، کوچین، ٹراونکور، مدراس، اور اڑیسہ کے بعض علاقوں میں بھی لوگوں کو سخت ترین مصائب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور ڈر ہے کہ کہیں اس قسم کے حالات ملک کے دوسرے علاقوں میں بھی پیدا نہ ہو جائیں۔

موجودہ گرانی کے منجملہ اور اسباب کے اہم ترین سبب حکومت ہند کی مالیاتی پالیسی ہے خاص طور پر حکومت برطانیہ کی ضروریات مہیا کرنے کے لئے جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے اس کی وجہ سے زر کی تعداد اشیاء اور خدمات کی مقداروں کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ

بڑھ گئی ہے اور افراط زر کے حالات پیدا ہو گئے ہیں۔ حالات کو اس وقت تک بہتر نہیں بنایا جا سکتا۔ جب تک کہ افراط زر کے اصل سبب کو ختم نہ کیا جائے حکومت برطانیہ کی طرف سے ہندوستانی اشیا اور خدمات کی قیمتوں کی ادائی کے موجودہ طریقہ کو ختم کر کے بعض دوسرے موزوں طریقے اختیار کئے جا سکتے ہیں ایک طریقہ تو یہ ہو سکتا ہے کہ ہماری چیزوں کے بارے میں ہمیں ایسی مشین وغیرہ دی جائیں جن کو کام میں لا کر ملک میں صنعتی ترقی ہو سکے اور قوت پیداآوری کو بڑھایا جا سکے، آسٹریلیا اور کناڈا نے پچھلے تین چار سال کے عرصے میں اس طریقہ کو اختیار کر کے اپنے یہاں کئی نئی اور مفید صنعتیں قائم کر لی ہیں ہندوستان کی صنعتی ترقی سے نہ صرف ہندوستانی قوم مستفید ہو گی بلکہ یہاں کے وسائل کو پوری طرح سے کام میں لا کر ہندوستانی مساعی جنگ میں اضافہ کیا جا سکے گا اور دشمن کو جلد سے جلد شکست دینے میں بڑی مدد ملے گی۔ دوسرا طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہماری چیزوں کی قیمت سونے کے ذریعہ سے ادا کی جائے۔ بین الاقوامی تجارتی معاملات کے لین دین میں سونا ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو ہر وقت ہر قوم قبول کرنے کے لئے تیار رہتی ہے۔ یہ ضرور صحیح ہے کہ سونے کی منتقلی میں بہت سے خطرات موجود ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ

حکومت برطانیہ اور امریکی حکومت کی طرف سے حکومت ہند کو
اسٹرلنگ کی بجائے سونا ادا کیا جائے اور یہ سونا لندن اور واشنگٹن
میں جمع رہے۔ اس طریقہ کو اختیار کرنے کی صورت میں زر کی مقدار
میں اضافہ کو نہیں روکا جاسکیگا البتہ برطانوی زر اسٹرلنگ (جنگ کے
بعد جس کی قدر کے گھٹنے کے بہت زیادہ امکانات موجود ہیں) کے
بجائے ہندوستانی حکومت کے قبضہ میں ایک ایسی چیز آجائیگی جس کی
قدر کے متعلق اقوام کو زیادہ اعتماد حاصل ہے۔ اگر کسی طرح سے سونے
کی درآمد بھی کی جاسکے تو گرانی کے حالات کو بہتر بنانے میں بہت
کافی مدد مل سکتی ہے۔ سونے کو عوام کے ہاتھ فروخت کرکے ذخیرہ
بازی اور نفع اندوزی کو روکا جاسکتا ہے۔

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مندرجہ بالا بیان کردہ طریقہ
کو اختیار کرنے میں بعض دقتیں ضرور ہیں لیکن ایسی نہیں جن کو دور
نہ کیا جاسکے۔ اگر حکومت برطانیہ ان طریقوں کو اختیار کرنے کے لئے تیار
نہیں ہے تو اسے ہندوستانی بازار زر میں قرضے حاصل کرکے چیزیں
خریدنا چاہئے۔ جس طرح سے ہندوستانی ریلیں اور نہریں وغیرہ
بنانے کے لئے انگلستان سے قرضے لئے گئے تھے۔ آخری طریقہ یہ
ہو سکتا ہے کہ ہندوستان میں لگے ہوئے برطانوی سرمایہ کی تنسیخ

کو ہندوستانیوں کے ہاتھ فروخت کرکے روپیوں کی فراہمی کی جائے،
ان دونوں طریقوں پر حکومت برطانیہ جنگ عظیم اور موجودہ جنگ
کے دوران میں امریکی اشیاء اور خدمات کی خریداری کے سلسلہ میں
عمل کر چکی ہے۔ ان طریقوں کو ہندوستان میں اختیار کرنے میں کیا
امر مانع ہے؟ اشیاء اور خدمات کی خریداری کے سلسلہ میں روپیوں
کی فراہمی کے انتظامات کی ذمہ داری حکومت برطانیہ پر ہونی چاہیئے
نہ کہ حکومت ہند پر۔

افراط زر کے حالات پر قابو پانے کے لئے حکومت ہند کو فوری
بعض اہم ذرائع اختیار کرنے چاہئیں۔ اس سلسلہ میں اس بات کی سخت
ضرورت ہے کہ حکومت ہند، صوبجاتی اور دیگر مقامی حکومتیں اپنے
غیر ضروری اخراجات میں کمی کریں۔ جنگ کے دوران میں حکومت
کے اخراجات میں کمی کرنے کا مشورہ دینا کچھ زیادہ صحیح معلوم نہیں
ہوتا لیکن حکومتوں کے بعض مصارف ایسے ہوتے ہیں جن کو جنگ
کے دوران میں ملتوی ضرور کیا جا سکتا ہے اس کے علاوہ اگر تھوڑی
بہت احتیاط ہوتی جائے تو کم اخراجات سے بھی اسی قسم کا کام
نکالا جا سکتا ہے جس قسم کا زیادہ صرف سے۔ جب سے جنگ شروع
ہوئی ہے حکومت ہند نے بہت سے نئے محکمے قائم کئے ہیں

اور ہر سال نئے محکمے کھلتے جا رہے ہیں۔ زیادہ تنخواہ کی لالچ دلا کر حکومت ہند ہزاروں اشخاص کو نئے فوجی اور سیول محکموں میں شریک ہونے کی ترغیب دے رہی ہے۔ ایسا محض اس وجہ سے کرنا پڑ رہا ہے کہ مرکز میں قومی حکومت موجود نہیں ہے۔ اس کے علاوہ حکومت کے مختلف محکمہ جات کی طرف سے مختلف ضروریات کی چیزوں کی قیمتیں بھی بہت زیادہ ادا کی جا رہی ہیں۔ اشیاء کے استعمال میں بھی بڑی لاپروائی سے کام لیا جاتا ہے۔ حکومت ہند کی موجودہ پالیسی کا نتیجہ یہ ہے کہ صوبجاتی حکومتیں اور ذاتی کاروبار کرنے والے ادارے اور افراد بھی زیادہ تنخواہ اور قیمتیں دینے پر مجبور ہیں، اس طرح سے جن لوگوں کو زیادہ تنخواہیں مل رہی ہیں ان کی آمدنیاں بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں اور وہ اشیاء اور خدمات کی زیادہ قیمت آسانی سے ادا کر سکتے ہیں۔ جہاں تک ہو سکے حکومت ہند اور صوبجاتی حکومتوں کو کفایت سے کام لے کر اپنے اخراجات میں کمی کر دینی چاہئیے۔ کفایت کی پالیسی اختیار کرنے سے اخراجات میں کچھ بہت زیادہ کمی تو نہ ہو گی لیکن اس کی وجہ سے مصارف جنگ کی بچت میں ضرور تھوڑی بہت مدد ملے گی۔ اور قیمتوں کی سطح کو کم کیا جا سکے گا۔

محاصل کے سلسلہ میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ جب سے جنگ شروع ہوئی ہے ان کی شرح بہت کافی بڑھا دی گئی ہے اور نئے نئے محاصل عائد کئے گئے ہیں۔ اسوقت یہ اہم مسئلہ زیر بحث ہے کہ آیا محاصل میں مزید اضافہ کیا جا سکتا ہے یا اب اس ذریعہ سے آمدنی میں اضافہ کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں ہے۔ اس کا امکان ضرور ہے کہ محاصل کے بعض ذرائع کو اختیار کرکے حکومت ہند کی آمدنی کو بڑھایا جا سکے۔ دوسرے متحارب ممالک کے مقابلہ میں ہندوستان میں زیادہ آمدنی پر محصول آمدنی کی شرح کم ہے۔ معاشرتی انصاف قائم کرنے کا تقاضا ہے کہ محصول کی شرح کو بڑھا دینا چاہئے تاکہ جنگ کے بار کا بڑا حصہ ایسے لوگوں پر پڑے جو اس کو برداشت کرنے کی زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں ایسے حالات میں جبکہ قیمتوں میں اضافہ کی وجہ سے غریب طبقہ مصائب میں مبتلا ہے یہ کسی طرح سے بھی مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ جماعت کے چند افراد جنگ کے حالات کے تحت اپنی آمدنیوں کو بڑھا کر اپنے صرف میں اضافہ کریں۔ اسی طرح سے ریلوں کے کرایوں میں بھی اضافہ کے امکانات پائے جاتے ہیں۔ دوسری قیمتوں کے مقابلہ میں ریل کے کرایہ بہت کم بڑھے ہیں مثلاً موٹر لیسوں کے کرایہ دو گنے ہو چکے ہیں۔ ریلوں کی

طرف سے برابر یہ پروپیگنڈا کیا جارہا ہے کہ لوگ کم سفر کریں۔ لوگوں کے سفر میں کمی کرنے کی سب سے آسان ترکیب یہ ہے کہ کرایہ کو بڑھا دیا جائے۔ جنگ کے دوران میں غیر ضروری سفر کی عادت کو رکنا چاہیئے۔ ہندوستان میں اب تک لوگوں میں اس بات کا احساس پیدا نہیں ہوا ہے کہ جنگ کے دوران میں انھیں کس قسم کی قربانیاں کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ ابھی تک لوگ محض تفریح کی خاطر بھی اسی طرح سے سفر کرتے ہیں جس طرح سے امن کے زمانے میں کرتے تھے۔ کرایوں میں بہت کافی اضافہ کرکے یہ احساس پیدا کیا جاسکتا ہے۔ مسافروں کی تعداد میں کمی کی وجہ سے ریلوں کے انتظامی امور میں آسانی پیدا ہو جائے گی اور ریلیں جنگی ضروریات زیادہ بہتر طریقہ پر پوری کرسکیں گی۔ ہندوستان میں چونکہ عام اشیا کی فروخت پر محصول عائد کرنے میں بہت سی دقتیں ہیں اس لئے یہ ہوسکتا ہے کہ بعض خاص چیزوں کے کرایوں میں اضافہ کردیا جائے۔ کرایہ میں اضافہ کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ اشیاء خوردنی اس سے مستثنیٰ کردی جائیں تاکہ غذا کا مسئلہ اور زیادہ خطرناک صورت اختیار نہ کرلے۔

مرکزی حکومت کی طرف سے نئے محاصل عائد کرنے اور موجودہ محاصل

میں اضافہ کے کچھ زیادہ امکانات نہیں پائے جاتے البتہ صوبجاتی اور ریاستی حکومتوں کی طرف سے بعض نئے محاصل لگائے جاسکتے ہیں مختلف صوبجات اور ریاستوں کا مفاد اس میں ہے کہ ان کے باشندے افراط زر کے مصائب سے محفوظ رہیں۔ اس کے لئے انھیں متحدہ طور پر کوشش کرنا اور مرکزی حکومت کا ہاتھ بٹانا چاہیئے۔ صوبجاتی اور ریاستی حکومتیں مختلف طریقوں سے اپنی آمدنی کو زیادہ سے زیادہ بڑھائیں اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے اخراجات میں کم سے کم اضافہ کریں اور اس طرح جو بچت ہو اسکو جنگی قرضوں میں لگادیا جنگ کے بعد ان قرضوں کی رقموں کو مختلف قسم کی ترقیات پر صرف کیا جاسکے گا۔ جن ریاستوں میں محصول آمدنی اور محصول زائد منافع عائد نہیں کیا گیا ہے وہاں ان محاصل کے ذریعہ کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔ اب تک تقریباً ہر صوبہ اور ریاست میں زرعی آمدنی انکم ٹکس سے آزاد ہے۔ یکسانیت قائم کرنے کے لئے زرعی آمدنی پر بھی انکم ٹکس عائد کیا جاسکتا ہے بعض خاص چیزوں کی فروخت اور تفریحات پر بھی محصول لگایا جائے تو مناسب ہے۔

محاصل کے سلسلہ میں جو چند تجاویز پیش کی گئی ہیں اس کی وجہ سے بعض خاص طبقات کے افراد پر محاصل کا بار بہت

زیادہ بڑھ جائے گا۔ لیکن ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ اگر افراط زر کو روکنے کے لئے موزوں ذرائع اختیار نہ کیئے گئے۔ تو ملک کی فاقہ کشی میں مزید اضافہ ہوگا اور دوسرے علاقوں میں بھی بنگال جیسے حالات کا پیدا ہونا ایک یقینی امر ہے۔ اس لئے ایک بڑی برائی سے بچنے کے لئے چھوٹی برائیوں کو قبول کرلینا چاہیئے۔

یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اب تک حکومت ہند کو قرضوں کی پالیسی میں کچھ بہت زیادہ کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہیں کہ حکومت ہند نے قرضوں کے ذریعہ اپنے مالیہ کے خسارہ کو بڑی آسانی سے پورا کرلیا ہے لیکن حکومت برطانیہ کی ضروریات کی اشیاء اور خدمات فراہم کرنیکی جو ذمہ داری اس نے اپنے سر لے رکھی ہے اس کے لئے وہ بازار میں کافی مقدار میں قرضے حاصل نہیں کر سکی اور اس لئے روپے فراہم کرنیکا موجودہ طریقہ اختیار کرنا پڑا۔ قرضوں کی پالیسی میں ناکامی کے کئی سبب بتلائے جاتے ہیں۔ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ حکومت ہند چونکہ کم شرح سود پر قرضہ لینا چاہتی ہے اس لئے لوگ زیادہ مقدار میں قرضے دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اگر

حکومت کی طرف سے ۴½ اور ۵ فیصد شرح سود ادا کرنے کا وعدہ کیا جائے تو حکومت کو بہت کافی قرضے مل سکیں گے۔ مجھے اس خیال سے اتفاق نہیں ہے۔ اصل وجہ کم شرح سود نہیں بلکہ مرکز میں قومی حکومت کا عدم وجود ہے۔ قرضے دینے والے جانتے ہیں کہ موجودہ حکومت ہند کی ہیئت ترکیبی کچھ اس قسم کی ہے کہ اسکو کسی طرح سے بھی قومی حکومت نہیں کہا جا سکتا۔ قومی حکومتوں کو عوام کا اعتماد اور تعاون حاصل ہوتا ہے اور ان کی ایک آواز پر انھیں یاد سے زیادہ قرضے مل جاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں یہ بات بالکل نہیں پائی جاتی۔ اس کے علاوہ موجودہ حکومت کی بڑی غلطی یہ بھی کی ہے کہ شروع ہی سے سرمایہ کاری پر کسی قسم کا تسلط قائم نہیں کیا۔ سرمایہ کاری پر تسلط کی صورت میں لوگوں کو اس بات کی آزادی حاصل نہیں ہوتی کہ وہ جس قسم کا کارخانہ یا کمپنی چاہیں قائم کر سکیں۔ ہر ملک میں اس قسم کا تسلط قائم کر دیا گیا ہے۔ ہمارے ملک میں جنگ کے شروع کے چار سال تک اس قسم کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ سرمایہ دار طبقہ کا اس میں زیادہ فائدہ تھا کہ وہ کسی کارخانے کمپنی یا بنک کے حصے خریدے۔ ان حصوں پر انھیں ۱۰، ۱۵، ۲۰ فیصد تک منافع ملنے کی توقع ہوتی تھی۔ اس کے برخلاف حکومت کو قرض دینے میں انھیں صرف تین

یا زیادہ سے زیادہ ۲½ فیصد سود ملتا ہے اور مجبور ہوکر حکومت ہند نے پچھلے سات آٹھ مہینوں سے سرمایہ کاری پر تسلط قائم کرنے کی کوشش ضرور کی ہے۔ لیکن ہنگامی قانون جاری کرنے کے باوجود حکومت کی طرف سے غیر ضروری کارخانے کمپنیاں اور بنک قائم کرنے کی اجازت برابر دی جارہی ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کو خود اپنی پالیسی میں کچھ زیادہ اعتقاد نہیں ہے۔

قرضے کی پالیسی کو کامیاب بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ملک کے موجودہ سیاسی تعطل کو ختم کیا جائے اور مرکز اور صوبجات میں قومی حکومتوں کا قیام عمل میں آئے تب ہی عوام کا اعتماد اور تعاون حاصل کیا جا سکیگا اور زیادہ سے زیادہ اختیاری قرضے مل سکیں گے اس کے ساتھ ساتھ جبری قرضوں کے طریقہ کو بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں چند تجاویز کا بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا یہ ہو سکتا ہے کہ مختلف کارخانوں اور کمپنیوں کے منافع کی مقدار حکومت کی طرف سے معین کر دی جائے اور اس منافع کا ایک خاص فیصد حکومت کی تمسکات میں لگا دیا جائے۔ اسی طرح سے ایسے اشخاص جن کی تنخواہ ۵۰۰ روپلے ماہوار سے زیادہ ہے انھیں بھی قانوناً مجبور کیا جائے کہ وہ اپنی تنخواہ کا ایک خاص حصہ حکومت

کو بطور قرض دیں۔ ہندوستان میں مزدور طبقہ کے لئے جبری قرضہ کا طریقہ اختیار کرنے میں بہت سی دقتیں پائی جاتی ہیں۔ گھریلو صنعتوں کے مزدور اور زرعی مزدوروں کو جبری قرضے کے حلقے میں شامل نہیں کیا جا سکتا البتہ منظم صنعتوں کے مزدوروں کو جنگی تمسکات کی شکل میں انعام (BONUSES) تقسیم کر کے جبری قرضے ادا کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے موجودہ گرانی کو دور کرنے کے لئے ان ذرائع کو اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ نگرانی قیمت اور راشن بندی کے طریقہ کو بھی زیادہ سے زیادہ موثر بنانا چاہئے یہ سب کچھ بہت جلد ہونا چاہئے دیر کرنے سے حالات اور بھی خراب ہو جائیں گے اور عوام کی تکالیف میں اضافہ ہوگا۔

ہندوستان میں افراطِ زر کے مسئلہ
سے تفصیلی بحث مولف کے رسالہ
"جنگ اور روپیہ" شائع کردہ
ادارۂ ادب جدید
حیدرآباد (دکن) میں کی گئی ہے۔